بسم اللہ الرحمن الرحیم

وتعاونوا علی البر والتقویٰ

ادارہ اشاعتِ اسلام، لاہور

بلغوا عنی ولو آیۃ

42

اللہ

تَأمُرُونَ بِالمَعرُوفِ وَ تَنهَونَ عَنِ المُنكَرِ

اچھائی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا

(الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، للشيخ الإسلام ابن تيمية)

ترجمہ و تخریج: رانا خالد مدنی

سابق مترجم، مواجہ شریفہ، مسجد نبوی، مدینہ طیبہ

(فاضل مدینہ یونیورسٹی ڈبل ایم اے)

چیئرمین ادارہ اشاعت اسلام لاہور

ادارہ اشاعتِ اسلام، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

اچھائی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا

(الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، للشيخ الإسلام ابن تيمية)

ترجمه وتخريج

رانا خالد مدنی

سابق مترجم مواجہ شریفہ، مسجد نبوی، مدینہ طیبہ

(فاضل مدینہ یونیورسٹی ڈبل ایم اے)

چیئرمین ادارہ اشاعتِ اسلام لاہور

ادارہ اشاعتِ اسلام لاہور

نام: اچھائی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا

ترجمہ و تخریج: رانا خالد مدنی (فاضل مدینہ یونیورسٹی ڈبل ایم اے)
چیئرمین ادارہ اشاعت اسلام لاہور

پہلا ایڈیشن: 2006ء

شائع کردہ: ادارہ اشاعت اسلام لاہور

کمپیوٹر کوڈ: (Tbooks-2) (4=45)(5=38)(6=30) (B=24.38)

قیمت: ۱۰۰ روپے

ادارہ اشاعت اسلام لاہور

408 گلشن بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور-54570

☎ 5425947 ، 7833300

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾[آل عمران: 104].

ترجمہ: ''تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو اچھائی کی طرف بلائے، اور اچھائی کا حکم دے، برائی سے منع کرے اور یہی لوگ کامیاب ہیں''۔

((مَنْ رَأی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہِ، فَإِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہِ، فَإِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہِ، وَذٰلِکَ أَضْعَفُ الإِیْمَانِ)) [صحیح مسلم حدیث: 78].

ترجمہ: ''جو تم میں سے کسی برائی کو ہوتے ہوئے دیکھے تو اسے ہاتھ سے روکے، اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے روکے، اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل سے، اور یہ ایمان کا کم تر درجہ ہے''۔

فہرست

دیباچہ

إنَّ الحَمْدَ لِلّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوْذُ بِاللّهِ مِنْ شُرُوْرِ أنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلاَهَادِيَ لَهُ، وَأشْهَدُ أنْ لا إلَهَ إلاَ اللّهُ وَحْدَهُ لا شَرِيكَ لَهُ، وَأشْهَدُ أنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلَهُ۔

امابعد: اچھائی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا دین اسلام کے بنیادی اصول میں سے ہے، اللہ رب العالمین نے اس علم کا نزول کردہ کتابوں میں بیان کیا اور اس کی تعلیم کے لیے رسول ارسال کیے، یہ علم جملۃ قرآن کریم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہے، اس کی بہت زیادہ اہمیت کو مدنظر رکھ کر علماء اسلام نے اس پر لکھا۔ جس کتابچے کا ترجمہ کیا گیا ہے، اسے شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے تحریر کیا ہے، شیخ الاسلام مسلمانوں کے عظیم محقق اسکالر تھے، اس لیے اس کتابچے کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے کیونکہ انہوں نے اچھائی کا حکم اور برائی سے منع کرنے میں عملی علمی کام کیا، اس مختصر کتابچے میں قرآن اور سنت کی روشنی میں اس موضوع پر اسلام کا نقطہ نظر بیان گیا گیا ہے، جو نہایت ہی قابل قدر عمل ہے، اس لیے ہم نے اس کتابچے کا ترجمہ کیا کہ مسلمان اس علم کو حاصل کر کے اسے اپنی دنیاوی زندگی میں اپنائیں۔

ترجمہ میں ہم نے جناب ڈاکٹر صلاح المنجد کا تحقیق شدہ نسخہ جسے دار الکتاب الجدید بیروت نے 1976ء میں طبع کیا پر اعتماد کیا ہے، ترجمہ آسان زبان میں کیا گیا ہے، آیات کے ترجمہ میں پہلے آیت عربی میں تحریر کی گئی ہے، اسی طرح حدیث

مبارک کے ترجمہ میں پہلے حدیث کو عربی زبان میں تحریر کیا گیا ہے، احادیث کی علمی تخریج بھی کردی گئی ہے، اور حدیث پر حکم بھی لگایا گیا ہے۔

اللہ رب العالمین سے التجا کرتا ہوں کہ ہمارا یہ کام قبول فرمائے، آمین ثم آمین۔

والحمدلله رب العالمين، وصلى الله على محمد وآله وصحبه وسلم تسليما

لاہور: یکم محرم 1423 ہجری

مترجم

رانا خالد مدنی

چیئرمین ادارہ اشاعت اسلام لاہور

Email:khalidalmadni@hotmail.com

شیخ الاسلام ابن تیمیة

آپ کا نام ونسب: شیخ الاسلام الامام تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن الامام مجد الدین ابی البرکات عبدالسلام بن ابی محمد بن عبداللہ بن ابی القاسم محمد بن خضر بن علی بن عبداللہ النمیر ی الحرانی الدمشقی۔

لقب: شیخ الاسلام۔

شہرت: ابن تیمیہ، اور ابن تیمیہ آپ کے جد اعلی محمد کی والدہ ماجدہ تھی۔

ولادت: آپ کی ولادت 10 ربیع الاول 661 ہجری بمطابق 22 جنوری 1263ء حران شہر میں ہوئی۔

تعلیم: آپ کو بچپن سے دینی تعلیم حاصل کرنے کا بے حد شوق تھا، آپ نے دمشق کے علماء سے قرآن اور سنت کا علم حاصل کیا، اور چھوٹی عمر میں قرآن کریم حفظ کرلیا۔

زھد وتقویٰ وشجاعت: آپ بہت زاہد اور متقی تھے، جبکہ شجاعت میں آپ کا کوئی ہم مقابلہ نہ تھا، جب تاتاریوں نے مسلمانوں پر حملہ کیا اور دمشق کے قریب پہنچ گئے تو لوگ شیخ الاسلام کے پاس آئے اور مشاورت کر کے انہیں سفیر بنا کر تاتاریوں کے بادشاہ کے پاس بھیجا کہ تاتاری دمشق پر حملہ نہ کریں، جب آپ نے تاتاریوں کے بادشاہ (قازان) سے ملاقات کی اور اسے مخاطب ہوکر کہا کہ آپ دمشق پر حملہ نہ کریں، تو قازان آپ سے بہت متاثر ہوا اور کہا کہ میں نے اپنی زندگی میں ایسا شخص نہیں دیکھا۔ پھر ابن تیمیہ نے اسے مخاطب ہوکر کہا" اے

قازان! تو یہ کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں، اور میرے ساتھ قاضی، امام، اور موذن موجود ہے...تیرا باپ اور دادا کافر تھے لیکن انہوں نے اس طرح کے اعمال سے گریز کیا، اور انہوں نے جو وعدہ کیا تو پورا کیا، تو نے وعدہ کیا تو پورا نہ کیا'' اس بات کا اثر قازان پر مثبت ہوا۔

جہاد: آپ نے حکمرانوں کو جہاد کی ترغیب دی اور خود دشمن کے ساتھ جہاد کیا اسی طرح بدعت، منکرات، فسق کے خلاف عملی جہاد میں شرکت کی۔

آپ کے اساتذہ:

1-أبو العباس أحمد بن عبدائم.

2-أبو محمد محمد بن أحمد الحنبلي.

3- أبو عبدالله محمد بن إسماعيل ابن عساكر الدمشقي.

4- أبو زكريا يحيى بن منصور الحراني.

5- أبو حامد محمد بن علي الصابوني.

6- أبو عبدالله محمد بن عبدالمنعم الطائي.

7- أبو القاسم هبة الله بن محمد الحارثي.

8- سليمان بن عبدالقوي.

9- شمس الدين ابن أبي عمر.

10- شهاب الدين عبدالحليم (شیخ الاسلام کے والد ماجد)۔

آپ کے معاصر علماء:

1-الإمام المحدث محيي الدين أبي زكريا بن شرف النووي.

2- الإمام القاضي تقي الدين محمد بن علي، ابن دقيق العيد.

3- الإمام الحافظ يوسف بن الزكی المزي.

4- الإمام الحافظ المحدث المؤرخ شمس الدين بن أحمد الذهبی.

5- الإمام بدر الدين محمد بن إبراهيم ابن جماعه وغيره.

آپ کے شاگرد:

1- علامه ابن قيم الجوزية.

2- حافظ ابن كثير.

3- ابن عبدالهادي.

4- ابن قدامه المقدسي.

آپ پر مشکلات: جب کوئی معروف ہو جائے تو لوگ اس کا حسد کرنا شروع کر دیتے ہیں، ابن تیمیہ کے ساتھ بھی ایسا ہوا علماء سوء نے جب دیکھا کہ شیخ الاسلام ان کے ساتھ فقہی اختلاف کر رہے ہیں تو ان لوگوں نے حکمران کے کان آپ کے مخالف بھرنے شروع کر دیے، اس وجہ سے آپ کو کئی بار جیل جانا پڑا حتی کہ آپ کی وفات بھی جیل میں ہوئی۔

آپ اپنے شاگردوں کے اطمینان کے لیے فرماتے "میرے دشمن مجھے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے کیونکہ میری جنت میرے سینے میں ہے، جہاں جاؤں گا میرے

ساتھ ہوگی، اگر مجھے پابند سلاسل کیا گیا تو وہ میری خلوت ہے، اگر مجھے میرے شہر سے نکالا گیا تو وہ میری سیاحت وسیر ہے، اگر مجھے قتل کیا گیا تو میرا قتل فی سبیل اللہ شہادت ہے، میرے سینے میں کتاب اللہ اور سنت رسول ہے"۔

آپ کی تصنیفات:

چند مطبوعہ تصنیفات:

1- مجموع فتاوى شيخ الاسلام.

2- الإيمان.

3- كتاب التوحيد وإخلاص العمل والوجه لله عزوجل.

4- مقدمة في أصول التفسير.

5- العقيدة الواسطية.

6- الفتوى الحموية الكبرى.

7- العبودية.

8- رفع الملام عن أئمة الأعلام.

9- السياسة الشرعية في اصلاح الراعي والرعية.

10- التحفة العراقية في الأعمال القلبية.

حافظ ابن قیم نے آپ کی تصنیفات کی تعداد 300 سے زیادہ تحریر کی ہے۔

آپ کی وفات: آپ کی وفات 20 ذی القعدہ 728 ہجری کو جیل میں ہوئی، ابن برزلی کہتے ہیں: کہ آپ کے جنازہ میں اہل دمشق نے بکثرت شرکت کی، اگر حکمران انہیں ایسے موقع کے لیے جمع کرتے تو لوگ جمع نہ ہوتے (1)۔

1- مزید معلومات کے لیے دیکھیے: ابن تيمية، محمد أبو زهرة، إمام ابن تيمية، از محمد يوسف، البداية والنهاية، تذكرة الحفاظ، طبقات الحفاظ، العقود الدرية، مقدمة مقدمة في أصول التفسير، مقدمة كتاب التوحيد وإخلاص العمل والوجه لله عزوجل، مقدمه الإمام ابن تيمة وموقفه من قضية التاويل.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ تعالی کے لیے ہیں، ہم اس کی حمد کرتے ہیں، اس سے مدد مانگتے ہیں، اس سے بخشش چاہتے ہیں، اور ہم اپنے نفس کی شرارتوں اور برے اعمال سے اس کی پناہ مانگتے ہیں۔ جس کو وہ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جس کو وہ گمراہ کرے، اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ انہیں ہدایت اور دین حق دے کر اس لیے بھیجا گیا ہے کہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کردیں، وہ بطور گواہ کافی ہیں۔

اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنے کے علم کو اللہ تعالی نے اپنی کتابوں میں نازل فرمایا اور اس کی تعلیم کے لیے رسول ارسال کیے کیونکہ یہ علم دین میں سے ہے۔

اللہ رب تعالیٰ کا پیغام دو قسم کا ہے: یا تو وہ خبر کی صورت میں، یا پھر احکام کی شکل میں:

☆ أخبار: ان میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اس کی تخلیقات جیسے توحید کی خبریں اور ایسے واقعات و قصص جو وعد و وعید میں شامل ہیں۔

☆ إنشاء: اسم میں حکم، منع، اباحت، شامل ہے۔

اس کی وضاحت حدیث مبارکہ میں مذکور ہے:

((قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ))(1).

ترجمہ: ''قل ھو اللہ احد [کی سورت] قرآن مجید کے ایک تہائی برابر ہے''۔

یہ آیت قرآن کے ایک تہائی اس لیے برابر ہے کہ اس میں توحید کا ذکر ہے کیونکہ قرآن کریم: توحید، احکام، اور قصص پر مشتمل ہے[م ۹]۔

اچھائی کا حکم ہمارے نبی اور انبیاء سابقین کے لیے

اللہ تعالیٰ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ يَاْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَآئِثَ ... ﴾ [سورة الأعراف، آیت: 157].

ترجمہ: ''وہ ان کو اچھائی کا حکم کرتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے اور پاکیزہ اشیاء کو حلال کرتا ہے اور گندی اشیاء کو حرام قرار دیتا ہے''۔

اس آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے کمال کی وضاحت ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر سے اللہ رب العالمین کی طرف سے ہر اچھائی کا حکم دیا گیا ہے، اور ہر برائی سے منع کیا گیا ہے، اور ہر پاکیزہ چیزوں کو حلال کیا گیا، اور ہر گندی چیزوں کو حرام قرار دیا گیا۔

1- (یہ حدیث صحیح ہے) مسند إمام أحمد: 35/3، صحيح بخاري، حديث: 5014، سنن أبي داود، حديث: 1461، موطا إمام مالك: 483.

اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے:

((إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ))(1).

ترجمہ: ''میرے مبعوث کرنے کا اصل مقصد عمدہ اخلاق کی تکمیل کرنا ہے''۔

اور متفق علیہ حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا فَأَتَمَّهَا وَأَكْمَلَهَا، إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ، فَكَانَ النَّاسُ يُطِيفُوْنَ بِهَا، وَيَعْجَبُوْنَ مِنْ حُسْنِهَا، وَيَقُوْلُوْنَ: لَوْلَا مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ. فَأَنَا تِلْكَ اللَّبِنَةُ)) (2).

ترجمہ: ''میری اور سابقہ انبیاء کی مثال اس گھر کی مانند ہے جسے کسی شخص نے شان دار بنایا اور مکمل کر دیا ہو مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ باقی چھوڑ دی ہو، لوگ اس کے گرد چکر لگاتے ہیں اور اس کے عمدہ ہونے پر دنگ ہو جاتے ہیں لیکن ساتھ کہتے ہیں کہ کیا اچھا تھا اگر اس اینٹ کی جگہ بھی خالی نہ ہوتی، میں اس عمارت کی وہی آخری اینٹ ہوں''۔

1-(یہ حدیث صحیح ہے) موطأ إمام مالک، کتاب حسن الخلق، حدیث: 8، ومسند أحمد: 1/2، وصحیح الجامع، حدیث: 2349، والسلسلة الصحیحة، حدیث: 45، و صحیح أدب المفرد، حدیث: 207.

2-(یہ حدیث صحیح متفق علیہ ہے) صحیح البخاري، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین، حدیث: 3534-3535، وصحیح مسلم، حدیث: 2287، وجامع الترمذي، حدیث: 3613، ومسند أحمد: 361/3۔

پس اس میں اللہ رب العالمین نے جملۂ دین کو مکمل کر دیا جو مشتمل ہے ہر اچھائی کے حکم اور ہر برائی سے منع کرنے اور پاک چیزوں کی حلت، اور ناپاک چیزوں پر۔ اور سابقہ انبیاء اپنی امتوں پر کچھ پاک اشیاء کو حرام قرار دیا کرتے تھے جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

﴿فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ﴾

[سورة النساء، آیت: 160].

ترجمہ: ''یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے ہم نے ان کے لیے بعض حلال چیزوں کو ان پر حرام کر دیا''۔

اور بعض انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں تمام بری اشیاء کو حرام قرار نہیں دیا گیا، جیسا کہ فرمان ربانی ہے: [م10]

﴿كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ﴾[سورة آل عمران، آیت: 93].

ترجمہ: ''تمام کھانے بنی اسرائیل کے لیے حلال تھے مگر وہ جو انہوں نے اپنے لیے حرام قرار دیے تورات اترنے سے پہلے''۔

برے امور کی حرمت برائی سے منع کرنے میں شامل ہے، جبکہ پاکیزہ اشیاء کی حلت اچھائی کا حکم دینے کے زمرے میں داخل ہیں، کیونکہ پاکیزہ اشیاء کو حرام کرنے سے اللہ رب العالمین نے منع فرمایا ہے، اور اسی طرح تمام وہ امور جن میں اچھائی کا حکم ہے، اور جن میں ہر برائی سے منع کیا گیا ہے، ان کی تکمیل بھی صرف رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئی، جن پر عمدہ اخلاق کی تکمیل کی گئی جو اچھائی کے زمرہ میں داخل ہیں۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ [سورة المائدة، آیت: 3].

ترجمہ: ''آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کردیا ہے اور تم پر میں نے اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لیے اسلام کو پسند کیا''۔

- اللہ رب العالمین نے ہمارے لیے دین کو مکمل کردیا ہے۔
- اور اپنی نعمت کو پورا کردیا۔
- اور ہمارے لیے دین اسلام کو پسند فرمایا۔

یہ امت لوگوں کے لیے تمام امتوں سے بہتر ہے

جیسے رب العالمین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کیے ویسے ہی ان کی امت کے اوصاف کا ذکر کیا، چنانچہ قرآن میں ارشاد ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ [سورة آل عمران، آیت: 110].

ترجمہ: ''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے نفع کے لیے پیدا کی گئی ہے کہ تم اچھائی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو''۔

اور دوسری جگہ اللہ پاک فرماتے ہیں:

﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾[سورة التوبة،آیت: 71]. [م11]

ترجمہ :'' مومن مرد وعورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں جو اچھائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں''۔

اس لیے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (تم بہترین لوگ ہو لوگوں کے لیے کہ انہیں پابند سلاسل کر کے لاتے ہو حتیٰ کہ انہیں جنت میں داخل کردو گے)۔

اللہ رب العالمین نے یہ بیان کردیا ہے کہ یہ امت لوگوں کے لیے خیر الامم ہے، کیونکہ یہ لوگوں کے لیے فائدہ مند ہے، اس امت کا لوگوں پر عظیم احسان ہے، کیونکہ یہ بہت بڑی خیر خواہی کا کام ہے کہ یہ ان کو اچھائی کا حکم کرتے اور برائی سے منع کرتے ہیں، اور یہ کارنامہ انجام دینے کے لیے اللہ کے راستے میں اپنی جان و مال کی قربانی پیش کرتے ہیں، اور یہ مخلوق کے لیے بہت فائدہ مند ہیں۔

تمام امتوں میں ہر ایک فرد کے لیے اچھائی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا، اور نا ہی ہر ایک فرد کے لیے برائی سے منع کرنے کا، اور نہ ہی انہوں نے اس کی کوشش کی، بلکہ کچھ نے تو کوشش ہی نا کی، اور کوشش کرنے والوں میں بنی اسرائیل ہی کو دیکھیے کہ ان کی اکثر کوشش یہ تھی کہ اپنے دشمن وا پنی زمین میں داخل نہ ہونے دیا جائے، یہ ایسا تھا جیسے کسی ظالم و جابر کو قتل کردینا، یہ کام نہ تو دعوت ہدایت اور اچھائی کا تھا، اور نہ

اچھائی کا حکم تھا، اور نہ برائی سے منع کرنے کا، جیسے قرآن حکیم میں فرمایا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ☆قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ... قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ﴾[سورة المائدة، آيت: 21-24].

ترجمہ: ''اے میری قوم والو! اس مقدس سرزمین میں داخل ہو، جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے، اور مت پیٹھ پھیر کر بھاگو جس سے خسارہ اٹھانے والے بن جاؤ، انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ! اس میں ایک سرکش قوم والے رہتے ہیں، ہم اس وقت تک اس میں داخل نہیں ہوں گے جب تک وہ وہاں ہیں، اگر وہ وہاں سے نکل کر چلے گئے، تو ہم وہاں داخل ہوں گے۔..قوم نے کہا اے موسیٰ! جب تک وہ وہاں ہیں، تب تک ہم وہاں ہرگز داخل نہیں ہوں گے، پس تم اور تمہارا رب جائیں اور ان سے لڑائی کریں۔ ہم یہاں بیٹھے دیکھ رہے ہیں''۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا [م12] قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنَ دِيَارِنَا وَ اَبْنَآئِنَا فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلاً مِنْهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ﴾ [سورۃالبقرۃ،آیت: 246].

ترجمہ: ''کیا تم نے بنی اسرائیل کی اس جماعت کو موسی علیہ السلام کے بعد نہیں دیکھا، جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا کہ ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کردیجیے، تاکہ ہم اللہ کے راہ میں جہاد کریں، تو نبی علیہ السلام نے کہا کہ ممکن ہے جہاد فرض ہوجانے کے بعد تم جہاد نہ کرو، تو انہوں نے کہا کہ ہم بھلا اللہ کی راہ میں جہاد کیوں نہ کریں گے۔ ہم تو اپنے گھروں اور اپنی اولاد سے دور کردیے گئے ہیں، پھر جب ان پر جہاد فرض ہوا، تو سوائے کچھ لوگوں کے سب نے منہ پھیر لیا، اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے''۔

ان آیات مبارکہ میں انہوں نے اپنی لڑائی کرنے کا سبب اپنے گھروں اور اپنی اولاد سے دور کردینا بیان کیا ہے، جبکہ اس سے بھی روگردانی کی۔ اس وجہ سے ان کے لیے مال غنیمت حلال نہ تھا اور باندیوں سے جماع کی اجازت بھی نہ تھی۔

یہ واضح معلوم ہے کہ ہم سے پہلی مومن امتوں میں سب سے بہتر امت بنی اسرائیل کی تھی جیسا کہ متفق علیہ حدیث میں ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((عُرِضَتْ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ الأَنْبِيَاءُ بِأُمَمِهِمْ. فَجَعَلَ النَّبِيُّ يَمُرُّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلاَنِ، وَالنَّبِيُّ وَمَعَه الرَّهْطُ، وَالنَّبِيُّ وَلَيْسَ مَعَه أَحَدٌ. وَ رَأَيْتَ سَوَادًا كَثِيْرًا– وفي رواية: فَإذَا الظِرَابُ

مُـمْـتَـلِـئَةً بِالرِجَالِ– فَقُلْتُ: هَذِهِ أُمَّتِي فَقِيْلَ: هَؤْلاَءِ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ. وَلٰكِنْ انْـظُـرْ هٰـكَـذَا وَهٰـكَذَا. فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا قَدْ سَدَّ الأُفُقَ. قِيْلَ: هَؤْلاَءِ أُمَّتُکَ، وَمَـعَ هَـؤْلاَءِ سَبْـعُوْنَ أَلْفًا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابَ. فَتَفَرَّقَ الـنَّـاسُ وَلَـمْ يُبَيِّـنَ لَهُـمْ. فَتَـذَاكَرَ أَصْحَابُ النَبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَـقَـالُـوْا: أَمَّـا نَحْنُ فَوُلِدْنَا فِيْ الشِرْكِ وَلٰكِنَّا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ. وَلٰكِنْ هَـؤُلاَءِ اَبْـنَـاؤُنَـا. فَبَلَـغَ الـنَبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: هُمْ اَلَّذِيْنَ لاَ يَـكْتَـوُوْنَ، وَلاَ يَسْتَـرْقُـوْنَ، وَلاَ يَتَـطَيَّـرُوْنَ وَعَـلى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ. فَقَامَ عُـكَـاشَةُ بْـنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ: أَمِنْهُمْ أَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ [م 13] قَالَ: نَعَمْ. فَقَامَ آخَرُ فَقَالَ: أَمِنْهُمْ أَنَا؟ فَقَالَ: سَبَقَکَ بِهَا عُكَاشَةُ)) (1).

تـر جـمه: ''گزشتہ روز سابقہ انبیاء اوران کی امتیں مجھے دکھلائی گئیں، بعض نبی جب گزرا تو اس کے ساتھ اس کا ایک ہی امتی تھا، اور بعض کے ساتھ دو امتی، اور بعض کے ساتھ ایک بڑا گروہ، اور بعض ایسے جن کے ساتھ کوئی امتی بھی نہ تھا، اور میں نے ایک بہت بڑے گروہ کو دیکھا (ایک روایت میں ہے کہ) چھوٹے چھوٹے پہاڑ جو انسانوں سے بھرے ہوئے دیکھے، میں نے دریافت کیا یہ میری امت ہے۔ مجھے بتلایا گیا کہ یہ بنی اسرائیل ہیں، آپ اس طرف دیکھیں تو میں نے ایک

1-(یہ حدیث صحیح متفق علیہ ہے) صحیح البخاري، کتاب الطب، باب من اكتوى أو كوى غيره، حديث: 5705، 5752، 6540، وصحيح مسلم، حديث:220، وجامع الترمذي،حديث: 2446 ، وحلية الأولياء:225/2

بہت بڑی جماعت کو دیکھا جس سے افق بھرا ہوا تھا، بتلایا گیا کہ یہ تیری امت ہے، اوران کے ساتھ ستر ہزار بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے، اس دور میں ان لوگ منتشر ہو گئے اور اُن لوگوں کے بارے اِن کو کچھ تفصیل نہیں بتلائی گئی، تب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قیاس آرائیاں کرنے لگے کہ وہ کون ہوں گے؟ صحابہ کرام نے اپنے بارے میں کہا کہ ہماری پیدائش تو کفر پر ہوئی ہے، لیکن ہم اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ پر ایمان تو رکھتے ہیں، لیکن وہ ہماری اولاد میں سے ہوں گے، جب یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ ے فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ تو داغنے سے علاج کرواتے ہیں، اور نہ وہ دم کرواتے ہیں اور نہ فال سے متاثر ہوتے ہیں، اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں تو عکاشہ بن محصن کھڑے ہوئے اور دریافت کیا یا رسول اللہ! کیا میں ان میں سے ہوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! تو ان میں سے ہے، پھر ایک دوسرا شخص اٹھا اور کہا کہ کیا میں ان میں سے ہوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عکاشہ تم سے سبقت لے گیا۔

لہٰذا اس امت کا اجماع حجت ہے، کیونکہ اس امت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ امت ہر اچھائی کا حکم دیتی ہے اور ہر برائی سے منع کرتی ہے، پس اگر یہ مباح کو حلال یا واجب کو ساقط کریں یا حرام کو حلال قرار دیں یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کرنے وغیرہ پر متفق ہو جائیں، تو ایسی صورت میں یہ امت اچھائی سے روکنے والی اور برائی کا حکم کرنے والی ہوگی، برائی کا حکم دینا اور اچھائی سے منع کرنا، نہ تو اچھی بات اور نہ ہی اچھا عمل، بلکہ آیات کا تقاضہ تو یہ ہے کہ جس کے

بارے میں امت کو حکم نہیں کیا گیا، وہ اچھائی نہیں ہے، اور جس سے امت کو منع نہیں کیا گیا، وہ برائی نہیں ہے، کیونکہ یہ امت ہر اچھائی کا حکم دیتی ہے اور ہر برائی سے منع کرتی ہے، اور کس طرح ممکن ہے کہ یہ امت ہر برائی کرنے کا حکم دے، اور ہر اچھائی سے منع کرے؟

اللہ رب العالمین نے جیسے بیان کیا ہے کہ یہ امت اچھائی کا حکم دیتی ہے اور برائی سے منع کرتی ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس امت پر یہ کام کرنا فرض کفایہ (1) کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾

[سورة آل عمران، آیت: 104].

ترجمہ: ''تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو اچھائی کی طرف بلائے، اور اچھائی کا حکم دے، برائی سے منع کرے اور یہی لوگ کامیاب ہیں''۔

1- شرع میں فرض اسے کہا جاتا ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو جیسا قرآن وسنت اور اجماع، فرض کی دو قسمیں ہیں، **فرض عین**: کسی بھی صورت ساقط نہیں ہوتا، مثلاً نماز، اور **فرض کفایۃ**: اگر اسے کچھ لوگ ادا کر دیں تو دوسروں پر ساقط ہو جاتا ہے، مثلاً نماز جنازہ، مزید معلومات کے لیے دیکھیے: کتاب التعریفات: 165، معجم لغۃ الفقہاء: 343، والقاموس الفقھی لغۃ واصطلاحا: 282.

اچھائی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے میں یہ لازم نہیں کہ حکم دینے والے کا حکم اور منع کرنے والے کا پیغام دنیا کے تمام مکلفین تک پہنچے، کیونکہ یہ تبلیغ رسالت کی شرط نہیں، تو پھر کس طرح اس کے فروعات کے لیے یہ شرط بہ درجہ اتم ضروری ہے، بلکہ ضروری [م 14] یہ ہے کہ خود مکلفین اسے اپنے تک وصول ہونے کا بندوبست کریں، اگر وہ اس کے وصول ہونے کے بندوبست میں کوتاہی کرتے ہیں، باوجود اس کے کہ اچھائی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے والے نے اپنا فرض صحیح طریقہ سے انجام دیا ہو، تو یہ کوتاہی ان کی اپنی طرف سے ہوگی نہ کہ اچھائی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے والے کی طرف سے۔

اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا ہر ایک فرد پر واجب نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے جیسے قرآن کریم نے واضح کیا ہے۔

جب اسے کوشش مکمل کرتی ہے، تو پھر کوشش کرنا ضروری ہے، اور اگر صاحب استطاعت اس کام کو سرانجام نہیں دیتا تو ایسے کرنے پر تمام اصحاب استطاعت گنہگار ہوں گے، کیونکہ یہ انسان پر لازم ہے اس کی استطاعت کے مطابق، جیسا کہ حدیث نبوی میں ہے:

((مَنْ رَأى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيْمَانِ)).

ترجمہ: ''جو تم میں سے کسی برائی کو ہوتے ہوئے دیکھے اسے ہاتھ سے روکے، اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے روکے، اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا

ہوتو دل سے، اور یہ ایمان کا کمتر درجہ ہے''(1)۔

اگر یہ اس طرح ہے تو واضح ہوا کہ اچھائی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے میں کوشش سے اسے مکمل کرنا سب سے عظیم اچھائی ہے جس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔

اچھائی کیا ہے، اور برائی کیا ہے؟

برائی سے منع کرنے سے یہ بھی مقصود ہے کہ شرعی حدود کا نفاذ کرنا اُس پر جو اللہ رب العالمین کی شریعت سے تجاوز کرتا ہے۔

ولی الامر پر لازم ہے (ولی الامر سے مراد ہر گروہ کے علماء، امراء، اور مشائخ ہیں) کہ عوام الناس کو اچھائی کا حکم کریں، اور برائی سے منع کریں، اچھائی کا حکم کرتے وقت ان باتوں کا حکم کریں جن کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے، جیسے شرائع اسلام جن میں نماز پنجگانہ کو ان کے وقت پر اداء کرنا، زکوٰۃ، روزے، حج بیت اللہ شامل ہیں، [م15] ان کے علاوہ ایمان لانا اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتے اور اس کی نازل کردہ کتابوں اور اس کے رسولوں اور قیامت پر، اور ایمان لانا اچھی بری تقدیر پر، اور یہ ہے احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو

1-(یہ حدیث صحیح ہے)صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان حديث: 49، سنن أبي داود، حديث: 1140، 4340، وجامع الترمذي، حديث: 2172، وسنن النسائي، حديث: 5008، وسنن ابن ماجة، حديث: 10/3، 20، 49، 52، 54، 92.

کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہو، اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اسی طرح اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کردہ ظاہری و باطنی امور، اور جیسے اللہ تعالیٰ کے لیے خالص دین، اور اللہ پر توکل کرنا، اور اللہ رب العالمین و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہونا اور اس کے عذاب سے ڈرنا، اللہ رب تعالیٰ کے حکم پر صبر کرنا، اور اللہ کے حکم کی پیروی کرنا، اور سچ بولنا، وعدہ پورا کرنے کا حکم' امانت اداء کرنا، والدین سے اچھائی کرنا، رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا' نیکی اور تقویٰ پر تعاون کرنا پڑوسی، یتیم، مسکین، مسافر، دوست، بیوی، غلام ان سب کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، قول و فعل میں ہم آہنگی رکھنا، اچھے اخلاق اپنانے میں سبقت لینا، قطع رحمی کرنا والے کے ساتھ صلہ رحمی اسے عطا کرنا جس نے تمہیں محروم رکھا، جس نے تم پر ظلم کیا اسے معاف کرنا، یہ تمام متقدمہ اشیاء اچھائی کا حکم کرنے میں شامل ہیں۔

محبت و اخوت کا حکم کرنا، اختلاف اور فرقہ واریت سے منع کرنا بھی اچھائی کا حکم دینے میں سے ہے۔

اور برائی وہ ہے جن سے اللہ رب العالمین اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا، سب سے بڑی برائی اللہ سے شرک کرنا ہے، کہ اللہ کے ساتھ دوسری اشیاء کو معبود ماننا جیسے: سورج، چاند، ستارے، یا کوئی فرشتہ' یا کوئی نبی یا کوئی ولی، یا کوئی جن، یا ان کے بت اور ان کی قبروں کو سجدہ کرنا، یا ان کے علاوہ جن کو غیر اللہ پکارا جاتا ہے، یا ان سے مدد طلب کرنا، یا ان کو سجدہ کرنا،

یہ تمام شرک ہے جس کی تحریم اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے بیان کی۔

برائی میں ہر وہ کام داخل ہے جس کو اللہ نے حرام فرما دیا ہو، جیسے ناجائز قتل کرنا' ناجائز طریقے سے لوگوں کا مال کھانا، زبردستی سے یا سود یا جوا سے، اور ایسے طریقہ کی خرید وفروخت کے ذریعہ سے مال کمانا جس سے [م16] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا ہو، اسی طرح قطع رحمی، والدین کی نافرمانی، ماپ تول میں کمی بیشی، گناہ کے کام، بغاوت کرنا، بدعات شروع کرنا وغیرہ یہ سب امور برائی ہیں۔

ضروری ہے کہ اچھائی کا حکم اچھائی سے ہو

نرمی راستہ ہے اچھائی کے حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کا، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اچھائی کا حکم دینا اچھائی سے ہو، اور برائی سے منع کرنا برائی نہ ہو۔

اچھائی کا حکم کرنے میں اصلاح کو ترجیح دینا ضروری ہے

جب اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا اہم ترین واجبات یا مستحبات اعمال میں سے ہے، تو اصلاح کو فساد پر ترجیح دی جائے، کیونکہ اس لیے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کیا گیا، اور مقدس کتابیں نازل کی گئیں، اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا، بلکہ اللہ رب العالمین نے جو بھی حکم دیا ہے وہ اصلاح ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اصلاح اور اصلاح پسندوں کی مدح فرمائی ہے، اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اعمال کیے، ان کی بھی مدح فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فساد اور مفسدین کو کئی بار ناپسند گردانا ہے، اور یہاں پر حکم اور منع کرنے کا نقصان حکم اور منع کی اصلاح سے زیادہ ہو، تو ایسے حکم اور منع کرنے کا حکم اللہ کی طرف سے نہیں ہے، اگر چہ اس میں واجب کا ترک ہو، اور حرام فعل کا کرنا ہو، کیونکہ مومن پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں پرہیز گاری کرے، اور مومن پر ان کو ہدایت دینا مقصود نہیں ہے، اور یہ بیان اللہ رب العالمین کے اس فرمان میں موجود ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾[سورۃ المائدۃ، آیت:105].

ترجمہ: "اے مومنو! اپنی فکر کرو، جب تم راہ راست پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے اس سے تمھارا کوئی نقصان نہیں ہے"۔

ہدایت تو واجب ادا کرنے سے سرانجام پائے گی، جب مسلمان اچھائی کے حکم کرنے اور برائی سے منع کرنے میں اپنا حق ادا کردے، جیسے اس نے باقی ماندہ واجبات میں ادا کیا ہے، تو اسے کسی گمراہ کی گمراہی نقصان نہیں دے گی۔[م17]

کس طرح اچھائی کا حکم دیا جائے اور برائی سے منع کیا جائے؟

یہ کبھی دل سے ہے، اور کبھی زبان سے، اور کبھی ہاتھ سے۔

دل سے تو ہر حال میں واجب ہے، چونکہ اس کے کرنے میں کوئی نقصان

نہیں ہے، اور جو اسے دل سے بھی نہ کرے وہ مومن ہی نہیں جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((وَ ذَلِکَ أَدْنَی، وَذَلِکَ أَضْعَفُ الإِیْمَانِ)) (1).

ترجمہ:"اور یہ سب سے کم درجہ یا ضعیف ترین درجہ ایمان ہے"۔

اور فرمایا:((لیس وراء ذلک من الایمان حبّة خَرْدَلْ))(1).

ترجمہ:"اس کے بعد ایمان رائی کے برابر بھی باقی نہیں رہتا"۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: زندہ ہوتے ہوئے مردہ شخص کون ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا"جو اچھائی کا حکم نہیں دیتا اور برائی سے منع نہیں کرتا۔

اور یہ وہ موصوف مفتون ہے جس کا دل خالی برتن کی مانند خالی ہے، جیسا متفق علیہ حدیث جس کی روایت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے ہے:

((تُعْرَضُ الفِتَنَ عَلَی الْقُلُوْبِ عَرْضَ الحَصِیْرَ...)).

ترجمہ :"لوگوں کے دلوں پر فتنے اس طرح ظاہر ہوں گے جس طرح

1-(یہ حدیث صحیح ہے) ملاحظہ کریں صفحہ نمبر:30۔

چٹائی پھیلائی جاتی ہے“ (1)۔

اچھائی کے حکم دینے اور برائی سے منع کرنے میں لوگوں کی کیفیت

یہاں لوگوں کے دو گروہوں میں غلط فہمی ہے:

پہلا گروہ: یہ گروہ جس پر حکم اور منع کرنے کا حق ہے اسے ترک کر دیتا ہے اس آیت کی تاویل کرتے ہوئے جیسے حضرت [م18] ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا: اے لوگو! تم اس کو آیت پڑھتے ہو:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ [سورۃ المائدۃ، آیت: 105]۔

ترجمہ: ”اے مومنوں اپنی فکر کرو، جب تم راہ راست پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے اس سے تمھارا کوئی نقصان نہیں ہے“۔

اور اس کا غلط مطلب لیتے ہو حالانکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوْا الْمُنْكَرَ فَلَمْ يُغَيِّرُوْهُ، أَوْشَكَ أَنْ

1-(یہ حدیث صحیح ہے)صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون أن الإسلام بدأ غريبا... حديث: 144، اور دیکھیے صحيح البخاري، حديث: 525، 1435، 1895، 3586، 7096، وجامع الترمذي، حديث: 2258، وسنن ابن ماجة، حديث: 5955، ومسند أحمد: 5/386، 401، 405: 10/3، 20، 49، 52، 54، 92.

يَعُمَّهُمُ اللَّهُ بِعِقَابٍ مِنْهُ))(1).

ترجمه: ''جب لوگ برائی کو ہوتے ہوئے دیکھیں اور بند نہ کریں تو خطرہ یہ ہے کہ سب پر اللہ کا عذاب نازل نہ ہو جائے''۔

دوسرا گروہ: یہ گروہ حکم اور منع کرنا چاہتا ہے زبان سے یا ہاتھ سے مطلقاً، بغیر کسی سوچ وسمجھ وتحمل وتدبر کے اس میں کیا اصلاح ہے اور کیا خرابی، اور کس پر طاقت رکھتا ہے اور کس پر نہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ أبی ثعلبة الخشني کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا یعنی اس آیت کے بارے میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بَلْ اِئْتَمِرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَوْ عَنْ الْمُنْكَرِ، حَتىٰ إِذَا رَأَيْتَ شُحًا مُطَاعًا، وَ هَوًى مُتَّبَعًا، وَ دُنْيَا مُؤْثَرَةً، وَ إِعْجَابَ كُلِّ ذِي رَأْيٍ بِرَأْيِهِ، وَ رَأَيْتَ أَمْرًا لا يَدَانِ لَكَ بِهِ، فَعَلَيْكَ بِنَفْسِكَ، وَ دَعْ عَنْكَ أَمْرَ الْعَوَامِ، فَإِنَّ مِنْ وَرَائِكَ أَيَّامَ الصَّبْرِ، الْصَّبْرُ فِيهِنَّ مِثْلَ قَبْضٍ عَلَىٰ الْجَمْرِ، لِلْعَامِلِ فِيهِنَّ كَأَجْرِ خَمسِيْنَ رَجُلاً يَعْمَلُوْنَ مِثْلَ عَمَلِهِ)).

ترجمه: ''بلکہ اچھائی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو اس وقت تک جب تم

1-(یہ حدیث صحیح ہے) سنن أبي داود، كتاب الملاحم، باب الأمر والنهي، حديث: 4338، وجامع الترمذي، حديث: 2168، 3057، وسنن ابن ماجة، حديث: 4005، ومسند إمام أحمد: 7/1.

کنجوسی کی پیروی پاؤ، اور نفس کی اتباع، اور دینا کو مقدم کیا جائے، اور جب ہر انسان اپنی رائے پسند کرے، اور جب تم یہ سمجھ لو کہ تم کچھ نہیں کر سکتے، تو پھر اپنی فکر کرو، عوام الناس کی فکر نہ کرو، کیونکہ اس کے بعد صبر والے دن ہیں، ان دنوں میں صبر کرنے والا اس طرح ہوگا جیسے (جلتے ہوئے) کوئلے کو ہاتھ میں پکڑنے والا، ان میں سے عمل کرنے والے کا اجر ان کے عمل کرنے والوں پچاس کے برابر ہوگا" (1)۔

تو وہ سمجھتا ہے کہ میرا حکم اور منع کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہے، اور وہ اس میں حدود سے تجاوز کر جاتا ہے، جیسے بے شمار اہل بدعت اور اپنے خواہش نفس کی پیروی کرنے والے اچھائی کے حکم دینے اور برائی کے منع کرنے پر اپنے آپ کو پابند کیا ہے، خوارج، معتزلہ، روافض وغیرہ جیسے انہوں نے غلطی کی اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اچھائی کے حکم کرنے اور برائی سے منع کرنے اور جہاد وغیرہ میں [م19] جس میں اصلاح سے نقصان زیادہ تھا۔

1-(اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن "ایام الصبر کا فقرہ" شواہد سے صحیح ہے) سنن أبي داود، كتاب الملاحم، باب الأمر والنهي، حديث: 4341، وجامع الترمذي، حديث: 3058، وسنن ابن ماجة، حديث: 4014، المشكاة: 1423/3، ضعيف سنن أبي داود، حديث: 934، و ضعيف جامع الترمذي، حديث: 585، وضعيف سنن ابن ماجة، حديث: 869، والسلسلة الصحيحة: 494 .

حکمرانوں کے ظلم پر صبر کرنا لازم ہے

اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمرانوں کے ظلم پر صبر کرنے کا حکم فرمایا، اور ان سے اس وقت لڑائی کرنے سے منع فرمایا ہے جب تک وہ نماز قائم کرتے رہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَدُّوْا اِلَيْهِمْ حَقُوْقَهُمْ، وَسَلُوْا اللّٰهَ حَقُوْقَكُمْ))(1).

ترجمہ: ''تم ان کے حقوق ادا کرتے رہو اور اللہ سے اپنے حقوق مانگتے رہے ہو''۔

اہل سنت اور معتزلہ کے نزدیک اہل اقتدار سے لڑائی

اہل سنت والجماعت کا دستور ہے کہ جماعت کے ساتھ مل کر رہنا اور اہل اقتدار سے لڑائی نہ کرنا، اور فتنہ میں بھی لڑائی نہ کرنا۔

مگر اہل بدعت جیسے معتزلہ تو ان کے ہاں بااقتدار طبقہ سے لڑائی کرنا دین کی بنیاد خیال کیا جاتا ہے۔

1-(یہ حدیث صحیح ہے)جامع الترمذي، كتاب الفتن، باب في الأثرة وما جاء فيه، حديث: 2190، وصحيح البخاري، حديث: 3603، وصحيح مسلم، حديث: 1843، ومسند أحمد: 1/384،386،433.

معتزلہ نے دین کے پانچ بنیادی اصول وضع کیے ہیں:

1- توحید: تمام صفات اللہ کو قائم نہ رکھنا۔

2- عدل: جس کی وجہ سے تقدیر کو جھٹلانا۔

3- ہر دو منزلوں کے درمیان ایک اور منزل ماننا.

4- وعید کو جاری کرنا۔

5- اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا اس طرح کہ جس میں اہل اقتدار سے لڑائی ہو(1)۔

اچھائی کے حکم اور برائی سے منع کرنے میں جن اصول کا پابند رہنا

یہ تمام اس عام اصول میں داخل ہے، کہ جب تعارض ہو اصلاح کا فساد سے، اور اچھائی کا برائی سے، یا یہ تمام جمع ہو جائیں، تو پھر ضروری ہے کہ راجح کو ترجیح دی جائے [م20] جب بھی اصلاح اور فساد جمع ہو جائے یا ان میں نزاع پیدا ہو جائے۔

حکم اور منع (اگر چہ اس میں اصلاح کا حاصل کرنا، اور فساد کو دور کرنا مقصود ہے) میں معارض کو دیکھا جائے، اگر فوت شدہ فائدہ میں سے ہے، یا نقصان کا

1- معتزلہ کے ان پانچ بنیادی اصولوں کے بارے میں تفصیل دیکھئے: اسلامی مذاہب: 214، اور اعتقادات فرق المسلمين والمشركين: 38، اور فرق معاصرة تنسب إلى الإسلام وبيان موقف الإسلام منها: 832/2.

حصول زیادہ ہے، تو ایسے حکم اور منع کا حکم نہیں دیا گیا، بلکہ اس کا کرنا حرام ہوگا اگر نقصان اصلاح سے زیادہ ہو۔

ہر چیز کو شریعت کے ترازو پر تولنا

اصلاح ونقصان کی پڑتال کے لیے شریعت کی کسوٹی پر پرکھنا ضروری ہے، جب کسی نص پر عمل کرنا ممکن ہو تو اس سے اعراض نہ کیا جائے گا، اور جب عمل ممکن نہ ہو تو اس کی نظائر اور ہم مثل نصوص پر غور وفکر کرے، اور ماہر کے لیے بہت کم ایسا ہوگا کہ نصوص میں سے اسے واضح نہ ملے۔

مقدمہ بالا کی بنا پر اگر کوئی شخص یا جماعت اچھائی و برائی یکجا کردیں کہ ان کی تفریق نہ کرسکیں، یا تو دونوں کام کریں یا دونوں کو چھوڑ دیں، اس صورت میں ان پر اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا جائز نہیں، بلکہ معاملہ میں غور کیا جائے، اگر اچھائی زیادہ ہو تو اس کا حکم دیا جائے، اور اگر اچھائی برائی سے کم ہو، اور برائی کو نہ روکا جائے جس سے ایک زیادہ اچھائی کے فوت ہونے کا خدشہ لازم ہو، ایسی صورت حال میں منع کرنا اللہ رب العالمین کے راستہ سے روکنے کے مترادف ہے، اور اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، اور اچھے اعمال سے روگردانی کرنے کی کوشش ہے۔

اور اگر برائی زیادہ ہو، تو اس سے منع کیا جائے، جس سے ایک کم اچھائی کے فوت ہونے کا خدشہ لازم ہو، اس صورت میں اچھائی کا حکم کرنا برائی میں زیادتی

ہے اور برائی کا حکم کرنا ہے، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمکی نافرمانی کرنے کی کوشش ہے۔

اگر اچھائی اور برائی برابر ہوں، نہ ان کا حکم دیا جائے، اور نہ ان سے منع کیا جائے[م 21] کبھی حکم کرنے کے لیے متوازن ہے، اور کبھی منع کرنے کے لیے متوازن ہے، اور کبھی ان دونوں کے لیے متوزان نہیں جبکہ اچھائی اور برائی دونوں برابر ہوں، یہ صورتیں معیّن واقع امور سے متعلق ہیں۔

دوسری طرف دیکھتے ہوئے مطلقًا معروف کا حکم کرنا چاہیے اور برائی سے روکا جائے۔

اگر یہ کام ایک فرد اور ایک جماعت سرانجام دے تو ان کو نیکی کا حکم دیا جائے گا اور ان کی برائی سے منع کیا جائے، اور اچھے کام کو اچھا اور برے کو برا کہا جائے، اس انداز سے کہ اچھائی کے حکم میں کسی بڑی اچھائی کا ضیاع نہ ہو، یا اس سے بڑھ کر کسی برائی میں مبتلا نہ ہوں، اسی طرح برائی سے منع کرنے سے یہ خیال رہے کہ اس سے زیادہ برائی میں مبتلا نہ ہوں، یا راجح اچھائی کے ضائع ہونے کا شائبہ نہ ہو۔

اور جب کسی معاملہ میں شبہ پیدا ہو جائے تو غور کیا جائے تا کہ حق واضح شکل میں ظاہر ہو جائے، اور کسی اطاعت والے کام کو علم ونیت کے بغیر نہ کیا جائے، اگر ایسا نہیں کیا جاتا تو گناہ گار ہوگا، کیونکہ واجب کا چھوڑنا گناہ ہے، اور ایسے حکم کو بجالانا گناہ ہے جس سے منع کیا گیا ہو، اور یہ ایک وسیع میدان ہے، جس کی طاقت اللہ رب العالمین کے سوا کوئی نیں رکھتا۔

اس قبیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی سلول اور اس جیسے دوسرے منافقوں اور فساق کے سرداروں کو چھوڑ دیا اس لیے کہ ان کے ساتھ ان کے پیروکار بھی تھے، ان کے اندر سے برائی ختم کرنے کے لیے ان کی قوم سے لڑائی کے مترادف تھا جس کی وجہ سے ایک بڑی اچھائی کا ازالہ لازم ہے، جس میں لوگ نفرت میں یہ کہتے کہ یہ کیسا نبی ہے جو اپنے ساتھیوں کو قتل کراتا ہے، اس کی ایک مثال قصہ افک کی ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطاب کیا، تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے بہت اچھی بات کی جس کی سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حمایت کی اپنے اچھے ایمان اور صدق کے باوجود، لیکن اس سے تعصب پیدا ہو کر فتنہ برپا ہونے کا خطرہ پیدا ہونے لگا تھا(1)۔

اچھائی سے محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے مطابق ہو

اچھائی سے محبت و نفرت اس کی پسند و ناپسند سب اللہ کی محبت اور اس کی نفرت کے مطابق ہو، [م22] کہ ہر محبوب عمل کو بجالایا جائے اور مکروہ عمل کو ترک کردیا جائے، جس قدر ان کے بجالانے اور ترک کرنے کی طاقت وقدرت ہو۔ اللہ تعالیٰ بھی کسی شخص کو اس کی طاقت سے بڑھ کر حکم نہیں دیتا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاتَّقُوْا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ [سورۃ التغابن، آیت 16].

ترجمہ: ”پس ڈرو تم اللہ پاک سے اپنی استطاعت کے مطابق“۔

1- دیکھیے رجم شرعی سزا ہے صفحہ: 96۔

دل کی محبت اور نفرت

دل کی محبت ونفرت اور کسی عمل کی خواہش وعدم خواہش دل سے کامل درجہ میں ہونی چاہیے، دل کا عدم کمال ایمان میں کمی کا مظہر ہے، البتہ بدن کے ذریعہ سے حسب طاقت کے مطابق بجالانا ہوگا۔

جب دل کی پسند وناپسند کامل درجہ کی ہو، اور عمل جسمانی طاقت کے مطابق، تو اس عمل کرنے والے کو پورا ثواب دیا جائے گا، کچھ لوگوں کی محبت ونفرت اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور نفرت کے مطابق نہیں ہوتی۔ اصل میں یہ خواہش نفس میں سے ہے، اگر اس کی پیروی کرتا ہے تو وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرے گا۔

ارشاد باری ہے:

﴿وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَواهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ﴾

[سورة القصص، آیت: 50].

ترجمہ: ''اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اپنی خواہش کی پیروی کر رہا ہے بغیر اللہ کی رہنمائی کے''۔

یاد رکھیے! نفس کی محبت ہی خواہشات کی جڑ ہے، بعض حضرات اس کی پیروی کرنے لگ جاتے ہیں۔

خواہش کی حقیقت

خواہشات نفس کیا ہے؟ وہ محبت ونفرت ہے جو نفس میں موجود ہے، انسان پر اس کی ملامت نہیں کی جاسکتی، کیونکہ وہ اس کا مالک ہی نہیں ہے، قابل ملامت وہ اس وقت ہوگا جب وہ پیروی کرے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿يٰدَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾

[سورۃ ص، آیت:26].

ترجمہ : ''اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین کا خلیفہ بنایا ہے پس آپ لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں اور خواہشات نفس کی پیروی نہ کریں''۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ﴾[سورۃ القصص، آیت : 50].

[م23]

ترجمہ : ''اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اپنی خواہش کی پیروی کر رہا ہے بغیر اللہ کی رہنمائی کے''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((ثَلاثٌ مُنْجِيَاتٌ: خَشْيَةُ اللّٰهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلانِيَةِ، وَالْقَصْدُ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنَىٰ، وَكَلِمَةُ الْحَقِّ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَىٰ. وَثَلاثٌ مُهْلِكَاتٌ:

شُحٌّ مُطَاعٌ، وَهَوًى مَتَّبَعٌ، وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ)).

ترجمہ: ''تین چیزیں نجات دلانے والی ہیں:

1- ظاہراً او باطناً اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔

2- فقر وتونگری میں میانہ روی اختیار کرنا۔

3- حالت غصہ ورضاء میں حق بات کرنا۔

اور تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں:

1- بخل اختیار کرنا۔

2- خواہشات کا اتباع کرنا۔

3- انسان کا اپنے نفس پر تعجب کرنا''(1)۔

محبت ونفرت محبوب ومبغوض کو دیکھ کر کی جاتی ہے، لہٰذا جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کو دیکھے بغیر خواہشات کا اتباع کیا تو وہ خواہشات کا بندہ کہلاتا ہے، بلکہ بعض اوقات تو خواہشات اس کا معبود بن جاتی ہیں۔

1-(یہ حدیث حسن ہے) حلية الأولياء: 307/2، 199/3، ومسند البزار، والطبراني في الأوسط(مجمع الزوائد: 9/1)، ومسند الشهاب: 214/1، و صحيح الجامع: 3039 و السلسلة الصحيحة: 1802 .

خواہشات کی پیروی سابقہ ادیان میں

سابقہ ادیان میں خواہشات کی پیروی خواہشِ لذات سے اشد تھی، کیونکہ سابقہ ادیان والے اہل کتاب ومشرکین اپنی خواہشات ہی کی پیروی کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاْعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَ هُمْ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾[سورة القصص، آيت: 50].

ترجمہ: ''پس اگر وہ آپ کی نہ مانیں تو جان لیں کہ وہ اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں، اوراس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اپنی خواہش کی پیروی کر رہا ہے بغیر اللہ کی رہنمائی کے، اور بے شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا''۔

اور ارشاد ربانی ہے:

﴿ ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ هَلْ لَّكُمْ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِي مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ ☆ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَهْوَآءَ هُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾[سورة الروم، آيت:28، 29].

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تمہارے اندر سے ایک مثال بیان فرمائی، کیا تمہارے لیے جن کے تم مالک ہو کوئی ہے شریک اس رزق میں جو ہم نے

تمہیں دیا۔ ان سے بھی اسی طرح ڈرتے ہو جس طرح تم خود اپنے نفس سے ڈرتے ہو۔ اسی طرح ہم کھول کھول کر بیان کرتے ہیں اپنی نشانیاں اس قوم کے لیے جو عقل رکھتی ہو، بلکہ بات یہ ہے کہ ظالم تو بغیر علم کے خواہش پرستی کر رہے ہیں، پس کون ہدایت دے گا اس شخص کو جس کو اللہ گمراہ کرے، اور ان کا کوئی حامی و ناصر نہیں ہوگا"۔

اور ارشاد ربانی ہے:

﴿وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ﴾

[سورة ، آیت: 119].[م ٢٤]

ترجمہ: "اور ان سب جانوروں کی تفصیل بیان کردی گئی ہے جن کو تمہارے لیے حرام کیا گیا ہے، مگر جب تم مجبور ہو تو وہ حلال ہے، اور اکثر لوگ بغیر علم کے خواہشات کی پیروی کر کے گمراہ ہو جاتے ہیں، بے شک تیرا رب خوب جانتا ہے تجاوز کرنے والوں کو"۔

اور ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ﴾[سورة المائدة ، آیت : 77].

ترجمہ: "آپ کہہ دیجیے اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو، اور نہ ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی کرو جو تم سے پہلے گمراہ ہو چکے ہیں، اور انہوں

نے بہت کو گمراہ کر دیا ہے، اور وہ خود بھی راہ حق سے بھٹک گئے ہیں''۔

اور ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ لَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِىْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾[سورة البقرة، آيت: 120].

ترجمه: ''اور ہرگز راضی نہ ہوں گے آپ سے یہود و نصاریٰ حتیٰ کہ آپ ان کے مذہب کے تابع نہ بن جائیں، آپ فرمادیں کہ ہدایت تو اللہ کی طرف سے ملتی ہے اور اگر آپ نے علم آ جانے کے بعد ان کی خواہشات کی پیروی کی، تو اللہ کے پاس آپ کے لیے کوئی حمایتی ومددگار نہ ہوگا''۔

اور ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾[سورة البقرة، آيت: 145].

ترجمه: ''اور اگر علم آ جانے کے بعد بھی آپ نے اپنی خواہشات کی پیروی کی تو اس وقت یقیناً آپ ظالم لوگوں میں سے ہوں گے''۔

اور ارشاد ربانی ہے:

﴿وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ﴾

[سورة المائدة، آيت: 49].

ترجمه : ''اور آپ ان کے معاملات میں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی کے مطابق فیصلے کریں، اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجیے، اور ان سے ہوشیار رہیے کہ کہیں وہ آپ کو اللہ کے بعض نازل کردہ حکم میں فتنہ میں نہ ڈال دیں''۔

لہٰذا اب جو بھی کتاب وسنت کو چھوڑ کر کسی بھی دوسری چیز کی پیروی کرے گا ''أهل الأهوا'' کہلائے گا، یہ اس لیے کہ جو شخص علم کے تقاضا کو پورا نہیں کرتا وہ خواہشات کی پیروی کر رہا ہے، اور علم دین، اللہ کی وہ ہدایت ہے جس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارسال کیا گیا، اسی لیے فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾

[سورة الانعام، آيت: 119].

ترجمہ :''اور بہت سے لوگوں کو ان کی خواہشات نے بغیر علم کے گمراہ کر دیا ہے''۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ﴾

[سورة القصص، آيت:50].

ترجمه : اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اپنی خواہشات کی پیروی کر رہا ہے بغیر اللہ کی رہنمائی کے۔

[م٢٥]

انسانی محبت ونفرت اللہ ورسول کے حکم کے مطابق ہو

انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ پہلے محبت ونفرت اوراس کی مقدار کو دیکھے کہ کیا وہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے؟ کہ اللہ کی اس ہدایت کے مطابق ہے جس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوارسال کیا گیا، کیونکہ انسان اس محبت اورنفرت کا پابند ہے، اوراللہ ورسول کے حکم سے تجاوز نہ کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ﴾

[سورة الحجرات، آيت: 1].

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ اوررسول کے آگے نہ بڑھو''۔

جوشخص اللہ ورسول کے حکم کو دیکھے بغیر کسی سے محبت ونفرت رکھے تو یہ ایک اعتبار سے اللہ ورسول کے حکم سے تجاوز ہے، محض محبت ونفرت خواہش ہے، اس میں جو چیز ناپسند ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کی ہدایت کے بغیر اپنی پسند وناپسند کا دائرہ کار تجویز کرلینا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی داؤد علیہ السلام سے فرمایا:

﴿ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴾ [سورة ص، آيت: 26].

ترجمہ: ''اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو کہ وہ اللہ کے راستہ سے بھٹکانے والی ہیں، بے شک وہ لوگ جو اللہ کے راستہ سے بھٹک گئے ان کے لیے سخت عذاب ہے''۔

اچھا عمل کیا ہے؟

اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا واجب اور اعلیٰ و افضل درجہ کے اعمال حسنہ میں سے ہیں، جیسے ارشاد ہے: [م ٢٦]

﴿ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴾ [سورة الملک، آیت: 2]۔

ترجمہ: "تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے عمل کون کرتا ہے"۔

اچھے اور احسن کے بارے میں فضیل بن عیاض فرماتے ہیں: "اگر عمل اچھا ہو اور احسن نہ ہو تو قبول نہیں کیا جائے گا، اور اگر عمل احسن ہو اور اچھا نہ ہو تو قبول نہیں کیا جائے گا، عمل اس وقت قبول ہوگا جب اچھا اور احسن ہوگا"۔

اچھا (الخالص) وہ عمل ہے جو اللہ کی رضا کے لیے کیا جائے۔

احسن (الصواب) وہ عمل ہے جو سنت کے مطابق ہو۔

اچھے عمل کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ کی رضاء کے لیے کیا گیا ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف اسی عمل کو قبول کرتے ہیں جو صرف اس کی ذات کے لیے کیا گیا ہو جیسا کہ صحیح حدیث میں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يقول الله تعالى: اَنَا اَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنْ الشِّرْكِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلاً اَشْرَكَ فِيْهِ غَيْرِيْ، فَاَنَا بَرِيْءٌ مِنْهُ وَهُوَ كُلُّهُ لِلَّذِي اَشْرَكَ)) (1).

1- (یہ حدیث صحیح ہے) سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الرياء والسمعة، حديث: 4202، وصحيح مسلم، حديث: 985، ومسند أحمد: 301/2، 435.

ترجمہ: ''اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں: میں شرکاء کے شرک سے پاک ہوں جس نے کوئی عمل کیا ہو اور اس میں میرے ساتھ غیر کو بھی شریک کیا ہو، تو میں اس شرک سے بری و پاک ہوں۔ میں اس سارے عمل کو اپنے شریک کے لیے چھوڑ دیتا ہوں''۔

یہی توحید ہے جو اسلام کی اصل بنیاد ہے، اور یہ وہی دین ہے جسے دے کر تمام رسولوں کو مبعوث کیا گیا، اس کے سبب کائنات کو وجود بخشا گیا، اور وہ انسانوں پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے، کہ انسان اللہ ہی کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔

وہ عمل صالح جس کا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے وہ طاعت ہے، لہٰذا ہر اطاعت عمل صالح ہے جو مشروع و مسنون ہونے کے ساتھ ساتھ مامور بھی ہو، لہٰذا یہی عمل صالح، بِر، حُسن، خیر، ہے۔ اس کے بالمقابل معصیت، عمل فاسد، سیئہ، فسق و فجور، ظلم، سرکشی ہے۔ [م ۲۷]

کام کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہے: نیت اور حرکت جیسے نبی اقدس کا فرمان ہے:

((أَصْدَقُ الأَسْمَاءِ حَارِثٌ وَهَمَّامٌ))(1).

ترجمہ: ''سب سے سچے ناموں میں سے حارث و ہمام''

1- (اس حدیث کی سند صحیح ہے) دیکھیے السلسلة الأحاديث الصحيحة: 1040.

تو ہر حارث اور ہمام کا عمل اور نیت ہے، لیکن اچھی نیت جسے اللہ رب العالمین قبول فرمائے، اور اس پر اجر عطا کریں جو صرف اللہ رب العالمین کی خوشنودی کے لیے ہو۔

محمود عمل، عمل صالح ہے جس کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ دعا فرمایا کرتے تھے: (اللهم اجعل عملي كله صالحا، و اجعله لوجهك خالصا، و لا تجعل لأحد فيه شيئا).

ترجمہ: ''اے اللہ! میرے تمام عملوں کو صالح بنا اور انہیں خالص اپنی رضا کا ذریعہ بنا کہ ان میں کسی غیر کا حصہ نہ ہو''۔

جب ہر عمل صالح کی یہ تعریف ہے، تو اچھائی کا حکم و برائی سے منع کرنے میں اس کا املاحظہ بطریقہ اولیٰ ضروری ہے، یہ رعایت حکم کرنے والے اور منع کرنے والے کے لیے بے حد ضروری ہے۔

عمل کا فقہ اور علم کے ساتھ ہونا ضروری ہے

اس وقت تک عمل صالح نہیں ہوگا جب تک فقہ اور علم سے نہ کیا جائے، عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ (1) فرماتے ہیں ''کہ جس نے اللہ کی عبادت بغیر علم کے کی اس نے اصلاح سے زیادہ نقصان کیا''۔

1- اصل میں رضي الله عنه یا عنهم صحابہ کے لیے استعمال ہوتا ہے، مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: الأذكار النووية:100.

اور جیسا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کہ علم عمل کے لیے مثل امام ہے اور عمل اس کا مقتدی''۔

یہ بات واضح ہے کہ ارادہ و عمل علم کے بغیر جہالت و گمراہی اور خواہشات کی پیروی ہے، یہی فرق اہل جاہلیت اور مسلمانوں کے درمیان ہے۔

ضروری ہے کہ اچھائی و برائی کی معرفت اور ان کے درمیان تمیز علم سے ہو، اور ضروری ہے کہ ماموراور نہی کی حالت کے بارے میں علم ہو۔

اصلاح تو یہ ہے کہ حکم اور منع صراط مستقیم پر ہو، اور صراط مستقیم وہ مختصر ترین راستہ ہے جو منزل مقصود تک پہنچاتا ہو۔[م ۲۸]

حکم و منع کرتے ہوئے نرمی بردباری صبر سے کام لینا

اس کام کو کرتے ہوئے نرمی سے پیش آنا نہایت ضروری ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((مَا كَانَ الرِّفْقُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ وَ لَا كَانَ الْعُنْفُ فِي شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ))(1).

ترجمہ: ''نرمی جس چیز میں ہوتی ہے، وہ اسے زینت بخشتی ہے، اور جس

1-(یہ حدیث صحیح ہے)صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب الرفق، حدیث: 2594، وسنن ابی داود، حدیث: 2478، 4708، ومسند أحمد: 6/ 58، 112، 125، 171، 206، 222.

چیز میں سختی ہوتی ہے وہ اسے خراب کر دیتی ہے''۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ، وَ يُعْطِي عَلَيْهِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ)).

ترجمہ: ''بے شک اللہ رب العالمین نرمی والے ہیں۔ تمام معاملات میں نرمی کو پسند کرتے ہیں، نرمی پر وہ کچھ عطا کرتے ہیں جو سختی پر عطا نہیں کرتے''(1)۔

بردباری اور تکالیف پر صبر آزما ہونا ضروری ہے، کیونکہ راستے میں اسے تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا، اگر وہ بردباری اور صبر سے ثابت قدم نہ رہا تو وہ لوگوں کی اصلاح کی بجائے ان کے اندر فساد پیدا کرے گا جیسا کہ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اصْبِرْ عَلٰى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ﴾ [سورة لقمان، آيت: 17].

ترجمہ: ''اور اچھائی کا حکم دے اور برائی سے منع کر اور صبر کر اس تکلیف پر جو تمہیں پہنچے بے شک یہ ہمت والے کاموں میں سے ہے''۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو حکم دیا، اور وہ پیشوا و امام تھے اچھائی کا حکم

1- (یہ حدیث صحیح ہے) سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب الرفق، حديث: 4807، وسنن الدارمي، حديث: 2793.

دینے اور برائی سے منع کرنے میں صبر سے، جیسا کہ رب العالمین نے خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا، بلکہ اس امر کو تبلیغ رسالت سے مقترن کیا۔ رسول اکرم صل اللہ علیہ وسلم کو جب مبعوث کیا تو سب سے پہلے آپ پر سورت (یا أیھا المدثر) سورت (إقرأ) کے بعد نازل کی گئی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿یَاأَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ ☆ قُمْ فَأَنْذِرْ ☆ وَ رَبَّکَ فَکَبِّرْ ☆ وَ ثِیَابَکَ فَطَھِّرْ وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ ☆ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَکْثِرُ ☆ وَلِرَبِّکَ فَاصْبِرْ﴾

[م۲۹][سورۃ المدثر، آیت: 1-7].

ترجمہ: "اے چادر اوڑھنے والے! کھڑے ہو جاؤ پس لوگوں کو ڈرائیے، اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو، اپنے کپڑے صاف کرو، ناپاکی کو چھوڑ دو، اور احسان کر کے زیادہ بدلہ کی خواہش نہ کر"۔

مخلوق کی طرف ارسال کردہ آیات کو ڈر کے ساتھ شروع اور صبر پر ختم فرمایا گیا ہے، ڈر کی حقیقت ہی تو اچھائی کا حکم اور برائی سے منع کرنا ہے جس سے معلوم ہوا کہ صبر کرنا واجب ہے۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿وَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ فَإِنَّکَ بِأَعْیُنِنَا﴾

[سورۃ الطور، آیت: 48].

ترجمہ: "اور آپ رب کے حکم کے انتظار میں صبر کریں، کیونکہ آپ ہماری

آنکھوں کے سامنے ہیں"۔

اور فرمایا:

﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ﴾

[سورۃ الاحقاف، آیت: 35].

ترجمہ: "تم ایسا صبر کرو جیسا عالی ہمت والے رسولوں نے کیا"۔

اور فرمایا:

﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ﴾

[سورۃ القلم، آیت: 48].

ترجمہ: "پس آپ اپنے رب کے حکم کا صبر کریں، اور مچھلی والے کی مانند نہ ہوں"۔

اور ارشاد ہے:

﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللّٰهِ﴾

[سورۃ النحل، آیت: 127].

ترجمہ: "اور آپ صبر کریں۔ بغیر توفیق الٰہی آپ صبر نہیں کر سکتے"۔

اور ارشاد ہے:

﴿وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ﴾

[سورۃ هود، آیت: 115].

ترجمہ: "اور آپ صبر کریں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا"۔

لہٰذا ان تین باتوں کا ہونا ضروری ہے: علم، نرمی، صبر۔

علم :اچھائی کا حکم کرنے اور برائی سے منع کرنے سے پہلے۔

نرمی :اچھائی کا حکم کرنے اور برائی سے منع کرنے کے ساتھ۔

صبر :اچھائی کا حکم کرنے اور برائی سے منع کرنے کے بعد۔

جبکہ ان تینوں کا یکے بعد دیگر ے اس انداز میں بہر حال پایا جانا ضروری ہے۔

اس قسم کا مضمون بعض سلف سے مروی ہے، اور مرفوع بھی مروی ہے، جیسا کہ قاضی ابویعلیٰ نے اپنی کتاب ''معتمد'' میں ذکر کیا ہے کہ اس وقت کوئی اچھائی کا حکم اور برائی سے منع نہ کرے اس وقت تلک جب وہ حکم اور منع کردہ میں سمجھ اور نرمی اور بردباری رکھتا ہو۔ [م ۳۰]

ان شروط کا مشکل ہونا

یہ بات واضح رہے کہ اچھائی کے حکم کرنے اور برائی سے منع کرنے میں زیادہ لوگوں پر ان شروط کا مشکل ہونا ناگزیر ہے، تو کچھ لوگ یہ گمان کریں گے کہ ہم پر یہ کام کرنا مشکل ہے تو وہ اس کو چھوڑ دیں گے، اس کو چھوڑنے کا نقصان تو ہے مگر ان شروط کے بغیر حکم کرنے کا نقصان زیادہ یا کم ضرور ہے، کیونکہ واجب حکم کو بالکل چھوڑ دینا گناہ ہے، اور جس سے فعل نا کرنے کا حکم دیا ہے اسے کرنا بھی گناہ ہے، تو ایک گناہ سے دوسرے گناہ کی طرف منتقل ہونے کی مثال، ہے کہ کوئی گرمی کی شدت سے

پناہ طلب کرتے ہوئے آگ کی طرف جائے(1) یا ایک باطل دین کو چھوڑ کر دوسرے باطل میں داخل ہو جائے، تو یہ دوسرا دین پہلے دین کی بہ نسبت زیادہ یا کم باطل یا برابر بھی ہوسکتا ہے، حکم اور منع کرنے میں تقصیر اور حد سے بڑھنے والا متقدمہ مثال کے مانند ہے، کہ کبھی تقصیر کرنے والے کا گناہ زیادہ ہے، اور کبھی حد سے بڑھنے والے کا، اور کبھی یہ دونوں گناہ میں برابر ہیں۔

گناہ مصائب اور اطاعت نعمت کا ذریعہ ہے

یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آفاق اور ہمارے نفس میں اور اپنی کتاب میں جن آیات، علامات کا بیان کیا ہے، کہ گناہ مصائب کے نزول کا ذریعہ ہے، اور برائیاں مصائب وجزاء ہیں، اور جتنا گناہ ہوگا اتنی مصیبتیں نازل ہوں گی، اور اچھے اعمال کرنے کا سبب نعمت ہوگی، انسان کا مستحسن طریقہ سے کام کرنے کے سبب اللہ رب العالمین کا احسان نازل ہونے کا نتیجہ ہوگا۔ [م ۳۱]

اس کے بارے میں ارشادات ربانی یوں ہیں:

﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ يَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ﴾ [سورة الشورى، آیت: 30].

1- اس مثال کے بارے میں اور اس کے مشابہ عربی زبان کی مثالیں دیکھیے کتاب الأمثال: 262، 263، وجمهرة الأمثال: 160/2، ومجمع الأمثال: 149/2، وفصل المقال: 377.

ترجمہ : ''اور جو مصیبتیں تمہیں پہنچیں پس وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے، اور بہت سے گناہوں سے درگزر کر دیا جاتا ہے''۔

اور فرمایا:

﴿مَآ اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰہِ وَ مَآ اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِکَ﴾ [سورۃ النساء، آیت: 79].

ترجمہ : ''تمہیں جو اچھائی حاصل ہو وہ اللہ کی طرف سے ہے، اور جو مصیبت پہنچے وہ تمہارے نفس کی وجہ سے ہے''۔

اور فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّھُمُ الشَّیْطَانُ بِبَعْضِ مَا کَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰہُ عَنْھُمْ﴾

[سورۃ آل عمران، آیت: 155].

ترجمہ : ''بے شک بعض لوگ تم میں سے بھاگے لڑائی کے دن، یقیناً انہیں شیطان نے لغزش میں ڈالا ان کے کرتوتوں کی وجہ سے، اور بے شک اللہ نے انہیں معاف کر دیا''۔

اور فرمایا:

﴿ اَوَلَمَّا اَصَابَتْکُمْ مُصِیْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِثْلَیْھَا قُلْتُمْ اَنّٰی ھٰذَا قُلْ ھُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِکُمْ﴾ [سورۃ آل عمران، آیت: 165].

ترجمہ: ''اور جب تمہیں تکلیف پہنچی کہ تم اس جیسی دوگنی تکلیف پہنچا چکے، تو

تم کہنے لگے کہ یہ کہاں سے آ گئی؟ آپ کہہ دیجیے کہ یہ تمہاری طرف سے آئی"۔

اور فرمایا:

﴿ اَوْيُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴾

[سورة الشورى، آيت: 34].

ترجمه : "یا انہیں ان کے کرتوتوں کے باعث تباہ کر دیا گیا، اور وہ تو بہت سی خطاؤں سے درگزر فرماتا ہے"۔

اور فرمایا:

﴿ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴾

[سورة الشورى، آيت: 48].

ترجمه : "اور اگر انہیں ان کے اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت آئے تو بے شک انسان بڑا ہی ناشکرا ہے"۔

اور فرمایا:

﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴾[سورة الانفال، آيت: 33].

ترجمه : "اور اللہ رب العالمین آپ کے ہوتے ہوئے انہیں عذاب دینے والا نہیں ہے، اور اللہ رب العالمین انہیں ان کے استغفار کرنے کی حالت میں بھی عذاب دینے والا نہیں ہے"۔

سابقہ امتوں کو اللہ رب العالمین کی نافرمانیوں پر سزا

اللہ رب العالمین نے سابقہ امتوں جیسے: قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط، اصحاب مدین، اور قوم فرعون کو دنیا میں مطلع کر دیا کہ آخرت میں سزا ہوگی۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿ يٰقَوْمِ اِنِّي اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ☆ مِثْلَ دَابِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ☆ وَيٰقَوْمِ اِنِّي اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ☆ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ مَالَكُمْ مِنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ هَادٍ﴾[سورة غافر، آيت: 30-33].

ترجمہ: ''اے میری قوم! مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم پر ویسا ہی دن نہ آئے جیسا نوح اور عاد وثمود اور ان کے بعد والی امتوں پر آیا، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا، اے میری قوم! مجھے ڈر ہے تم پر پکارنے والے دن سے، جس دن تم پیٹھ پھیر لو گے، تمہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا، اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اس کو ہدایت دینے والا کوئی نہیں''۔

اور ارشاد ہے:

﴿كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾

[سورة القلم، آيت: 33].

ترجمہ: ''یوں ہی عذاب آتا ہے اور آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے،

کاش! انہیں سمجھ ہوتی''۔

اور ارشاد ہے:

﴿ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ﴾

[سورة التوبة، آیت: 101].

ترجمہ: ''ہم ان کو دوہری سزادیں گے، پھر وہ بڑے بھاری عذاب کی طرف بھیجے جائیں گے''۔

اور ارشاد ہے:

﴿ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾[سورة السجدة، آیت: 32].

ترجمہ: ''ہم انہیں چھوٹے عذاب میں مبتلا کریں بڑے عذاب کے سوا تاکہ وہ لوٹ آئیں''۔

اور ارشاد فرمایا:

﴿ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِى السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ - الى قوله: يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ﴾[سورة الدخان، آیت: 10-16].

ترجمہ: ''آپ اس دن کے انتظار میں رہیں جب آسمان ظاہر دھواں لائے گا... جس دن ہم بڑی سخت پکڑ کریں گے۔ بالیقین ہم بدلہ لینے والے ہیں''۔

اہل سیئات کی دنیا و آخرت میں سزائیں

اللہ تعالی نے عام سورتوں میں اہل سیئات کے لیے دنیا میں سزاؤں کی تنبیہ کا ذکر کیا ہے، اور جو آخرت میں ان کے لیے سزائیں ہوں گی ان کا بیان علیحدہ کیا ہے اور بعض مقام پر صرف آخرت کی سزا کا ذکر فرمایا ہے، جبکہ آخرت کا عذاب بہت زیادہ سخت ہے، اور وہاں کا انعام بھی بے بہا ہے، کیونکہ یہ گھر لا فانی ہے، اور اس کے ساتھ قرآن کریم میں ثواب اور عقاب دونوں کا ذکر بھی موجود ہے جیسے قصہ یوسف علیہ السلام میں فرمان الٰہی ہے:

﴿وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْاَرْضِ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَاءُ وَلَا نُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾[سورۃ یوسف، آیت: 56-57].

ترجمہ: ''اس طرح ہم نے یوسف (علیہ السلام) کو ملک کا قبضہ عطا کیا، کہ وہ جہاں کہیں چاہے رہے سہے، ہم جسے چاہیں اپنی رحمت عنایت کر دیتے ہیں، ہم محسنین کا ثواب ضائع نہیں کرتے اور آخرت کا ثواب مومنوں اور پرہیزگاروں کے لیے بہت بہتر ہے''۔

﴿فَاٰتَاهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ﴾

[سورۃ آل عمران، آیت: 148].

ترجمہ: ''اللہ رب العالمین نے انہیں دنیا کا ثواب بھی دیا اور آخرت کے ثواب کی خوبی بھی عطا فرمائی''۔

اور فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً [م۳۳] وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ☆ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾[سورۃ النحل، آیت: 41-24].

ترجمہ: ''جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی ظلم برداشت کرنے کے بعد، ہم انہیں بہتر ٹھکانا دنیا میں عطا کریں گے، اور آخرت کا ثواب تو بہت ہی بڑا ہے کاش کہ لوگ اسے جانتے وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے رہے''۔

ایک جگہ حضرت ابراہیم علیہ اسلام سے متعلق مذکور ہے:

﴿ وَاٰتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ إِنَّهُ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِيْنَ﴾

[سورۃ النحل، آیت: 122].

ترجمہ: ''اور ہم نے ان کو دنیا میں اجر دیا اور آخرت میں وہ نیک لوگوں سے ہوں گے''۔

دنیا و آخرت میں عذاب کا بیان سورت نازعات میں اس طرح ہوا ہے:

ﻩ وَالنّٰزِعَاتِ غَرْقًا ٭ وَّالنّٰشِطَاتِ نَشْطًا ﻩ

ترجمہ: ''ڈوب کر سختی سے کھینچنے والوں کی قسم، بند کھول کر چھڑا دینے والوں کی قسم''۔

اور پھر فرمایا: ﻩ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ﴾

ترجمہ: ''جس دن کانپنے والی کانپے ہوگی، اس کے بعد ایک آنے والی آئے گی''۔

اس کے بعد مطلقاً قیامت کا ذکر فرمایا: ﴿ هَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ مُوْسٰی ☆ اِذْ نَادٰهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی ☆ اِذْهَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی ☆ فَقُلْ هَلْ لَّکَ اِلٰٓی اَنْ تَزَکّٰی ☆ وَ اَهْدِیَکَ اِلٰی رَبِّکَ فَتَخْشٰی ☆ فَاَرٰهُ الْاٰیَةَ الْکُبْرٰی ☆ فَکَذَّبَ وَعَصٰی ☆ ثُمَّ اَدْبَرَ یَسْعٰی ☆ فَحَشَرَ فَنَادٰی ☆ فَقَالَ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی ☆ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَکَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰی ☆ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰی ﴾۔

ترجمہ: ''کیا موسیٰ کی خبر تمہیں پہنچی ہے، جبکہ ان کے رب نے وادی مقدس طویٰ میں پکارا تم فرعون کے پاس جاؤ۔ اس نے سرکشی اختیار کر لی ہے، اور اس کو کہو کہ کیا تم اپنی اصلاح چاہتا ہے، اور میں تمہیں تیرے رب کی راہ دکھاؤں کہ وہ ڈر جائے، پس اسے بڑی نشانی دکھائی، تو اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی، پھر پلٹا دوڑ دھوپ کرتے ہوئے، اور پھر سب کو جمع کیا اور پکارا، اور کہا کہ میں تم سب کا رب ہوں، تو اللہ رب العالمین نے اسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں گرفتار کرلیا، بے شک اس میں اس انسان کے لیے عبرت ہے جو ڈرے''۔

پھر تفصیلاً مبداء و معاد کا ذکر فرمایا۔ ارشاد ہے:

﴿ ءَ اَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا ☆ رَفَعَ سَمْکَهَا فَسَوّٰهَا ☆ وَاَغْطَشَ لَیْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا ☆ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِکَ دَحٰهَآ ☆

اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَ هَا وَمَرْعٰهَا ☆ وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا ☆ مَتٰعاً لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ☆ فَإِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ☆ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعٰى ☆ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ☆ فَأَمَّا مَنْ طَغٰى ☆ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ☆ فَإِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَأْوٰى ☆ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ☆ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى ﴾ [سورة النازعات، آیت: 1-41].

ترجمه: '' کیا تمہارا پیدا کرنا زیادہ دشوار ہے یا آسمان کا جسے اللہ تعالیٰ نے بنایا؟ اس کی بلندی اونچی کی پھر اسے ٹھیک ٹھاک کر دیا، اس کی رات کو تاریک بنایا اور اس کے دن کو نکالا، اور اس کے بعد زمین کو بچھایا، اس میں سے پانی اور چارہ نکالا، اور پہاڑوں کو گاڑ دیا، یہ سب تمہارے اور تمہارے جانوروں کے فائدے کے لیے ہے، پس جب وہ بڑی آفت آ جائے گی، جس دن کہ انسان اپنے کیے ہوئے کاموں کو یاد کرے گا، اور دیکھنے والے کے سامنے جہنم ظاہر ہو جائے گی، تو جس نے سرکشی کی، اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی، تو اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہوگا، اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا ہوگا اور اپنے نفس کو خواہش سے روکے گا، اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے، آپ سے قیامت کے وقت کے بارے میں لوگ دریافت کرتے ہیں، آپ کا اس کے بیان کرنے سے کیا تعلق ہے، اس کے علم کی انتہا تو رب العالمین کو ہے، آپ تو صرف اس سے ڈرتے رہنے والوں کو آگاہ کرنے والے ہیں، جس روز یہ اسے دیکھ لیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ صرف دن کا آخری حصہ یا اول حصہ ہی رہے ہیں''۔

اسی طرح سورت مزمل میں ذکر فرمایا:

﴿ وَ ذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلاً☆ اِنَّ لَدَيْنَا اَنْكَالاً وَّ جَحِيْمًا ☆ وَّطَعَامًاذَا غُصَّةٍ وَّ عَذَابًا اَلِيْمًا ☆ يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلاً ☆ اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُوْلاً شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا اَرْسَلْنَا اِلَى فِرْعَوْنَ رَسُوْلاً ☆ فَعَصَى فِرْعَوْنَ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنَهُ اَخْذًا وَّبِيْلاً﴾[سورۃ المزمل، آیت: 11–16].

ترجمہ: ”مجھے اوران جھٹلانے والے آسودہ حال لوگوں کو چھوڑ دے اور انہیں ذرا سی مہلت دے، یقیناً ہمارے ہاں سخت بیڑیاں ہیں اور سلگتی ہوئی جہنم ہے، اور حلق میں اٹکنے والا کھانا اور درد دینے والا عذاب، جس دن زمین اور پہاڑ تھرتھرا جائیں گے اور پہاڑ بھربھری ریت کے ٹیلوں کے ہو جائیں گے، بے شک ہم نے تمھاری طرف بھی تم پر گواہی دینے والا رسول مبعوث کیا ہے جیسے کہ ہم نے فرعون کے پاس رسول بھیجا، فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اسے سخت پکڑ میں پکڑ لیا“۔

سورۃ حاقہ میں قوم ثمود وعاد وفرعون[م ۳٤] کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ☆ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً﴾[سورۃ الحاقۃ، آیت: 13-14].

ترجمہ: ”جب صور میں ایک پھونک پھونکی جائے گی، اور زمین اور پہاڑ اٹھا لیے جائیں گے اور ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے“۔

جنت اور جہنم کے تمام ذکر تک۔

اسی طرح سورت ن والقلم میں باغ والوں کا واقعہ مذکور ہے جس میں ان کو اپنے باغ سے نفع اٹھانے سے باز رکھنے اور ان پر عذاب کا ذکر ہے' پھر فرمایا گیا ہے:

﴿كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾

[سورة القلم، آیت: 33].

ترجمہ: ''یوں ہی عذاب آتا ہے اور آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے، کاش! انہیں سمجھ ہوتی''۔

اسی طرح سورت تغابن میں فرمایا:

﴿اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ☆ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّ اسْتَغْنَى اللّٰهُ وَ اللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾

[سورة التغابن، آیت: 5،6].

ترجمہ: ''کیا تمہارے پاس اس سے پہلے کے کافروں کی خبر نہیں پہنچی؟ جنہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھ لیا اور جن کے لیے دردناک عذاب ہے، یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر آئے تو انہوں نے کہہ دیا کہ کیا انسان ہماری رہنمائی کرے گا؟ انکار کیا اور منہ پھیر لیا اور اللہ رب العالمین نے بھی بے نیازی کی اللہ رب العالمین تو بہت ہی بے نیاز، سب خوبیوں والا ہے''۔

اور پھر فرمایا:

﴿ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴾[سورة التغابن، آيت: 7].

ترجمہ: ''ان کافروں نے گمان کیا ہے کہ دوبارہ زندہ نہ کیے جائیں گے۔ آپ کہہ دیجیے کہ کیوں نہیں۔ اللہ کی قسم! تم ضرور دوبارہ اٹھائے جاؤ گے۔ پھر جو تم نے کیا ہے، بتلایا جائے گا۔ رب العالمین پر یہ بالکل آسان ہے''۔

اس طرح ''سورت ق''(1) میں رسولوں کے مخالفین کا حال بیان فرمایا اور آخرت میں ان کے لیے وعید وعذاب کا ذکر کیا، اور ''سورت قمر''(2) میں دونوں کا ذکر ہوا ''سورت حم'' جیسے ''حم غافر'' سورت ''سجدہ'' سورت ''زخرف''[م ۳۵] اور ''سورت دخان'' وغیرہ جن کی تعداد انگنت ہے۔

قرآن میں سب سے پہلے جو چیز نازل ہوئی وہ وعد ووعید تھی

توحید، وعد وعید وہ امور ہیں جو قرآن کریم میں سب سے پہلے نازل کیے گئے جیسا کہ صحیح بخاری میں یوسف بن ماہک سے منقول ہے: ((اِنِّي عِنْدَ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ، إِذْ جَاءَهَا عِرَاقِيٌّ.

1- آیت نمبر: 12 تا 30۔

2- آیت نمبر: 9 تا 55۔

فَقَالَ : أَيُّ الْكَفَنِ خَيْرٌ؟

قَالَتْ : وَيْحَكَ ، وَمَا يَضُرُّكَ ؟

قَالَ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ ، أَرِيْنِي مُصْحَفَكِ .

قَالَتْ : لِمَ ؟

قَالَ : لَعَلِّي أُؤَلِّفُ اَلْقُرْآن عَلَيْهِ، فَإِنَّهُ يُقْرَأُ غَيْرَ مُؤَلَّفٍ.

قَالَتْ : وَمَا يَضُرُّكَ أَيَّهُ قَرَأْتَ قَبْلُ ، إِنَّمَا أَوَّلَ مَا نَزَلَ مِنْهُ سُوْرَةٌ مِنَ الْمُفَصَّلِ فِيْهَا ذِكْرُ اَلْجَنَّةِ وَالنَّارِ.

حَتَّى إِذَا ثَابَ النَّاسُ إِلَىٰ الْإِسْلَامِ نَزَلَ اَلْحَلَالُ وَ اَلْحَرَامُ.

وَلَوْ نَزَلَ أَوَّلَ شَيْءٍ : لَا تَشْرِبُوْ اَلْخَمْرَ.

لَقَالُوْا : لَا نَدَعُ اَلْخَمْرَ أَبَدًا.

وَلَوْا نَزَلَ لَا تَزْنُوْا.

لَقَالُوْا : لَا نَدَعُ الزِّنَا أَبَدًا.

لَقَدْ نَزَلَ بِمَكَّةَ عَلَى مُحَمَّدٍ صلى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَ إِنِّي لَجَارِيَةٌ أَلْعَبُ:

﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ﴾ [سورة القمر، آیت: 46].

وَمَا نَزَلَتْ سُوْرَةُ اَلْبَقَرَةِ وَالنِّسَاءِ إِلَّا وَ أَنَا عِنْدَهُ.

قَالَ : فَأَخْرَجَتْ لَهُ اَلْمُصْحَفَ ، فَأَمْلَتْ عَلَيْهِ آيَ السُّوَرِ).

ترجمہ : '' کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا۔ آپ کے

پاس ایک عراقی شخص آیا اور دریافت کیا کون سا کفن بہتر ہے؟

آپ نے فرمایا: ''تیرا ناس ہو! کس تکلیف و مصیبت کے باعث تو نے یہ کیا؟'' پھر اس نے قرآن کا نسخہ دیکھنے کے لیے طلب کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے طلب کی وجہ پوچھی؟

اس نے جواب میں کہا کہ میں قرآن تالیف(1) کرنا چاہتا ہوں کیونکہ قرآن غیر مولف ہی پڑھا جاتا ہے۔

تو فرمایا: تمہیں کوئی آیت پہلے پڑھنے سے کوئی نقصان نہیں، قرآن کریم میں سب سے پہلے مفصل سورت نازل ہوئی جس میں جنت وجہنم کا ذکر ہے۔

حتیٰ کہ لوگ اسلام کے ساتھ مانوس ہو گئے تو حلال وحرام کے احکامات نازل ہوئے۔

اگر ابتداء میں شراب نہ پینے کے بارے میں احکامات نازل ہوتے تو لوگ کہتے کہ ہم شراب پینا نہیں چھوڑ سکتے۔

اور اگر زنا نہ کرنے کے بارے میں احکامات نازل ہوتے تو لوگ کہتے کہ ہم زنا نہیں چھوڑ سکتے۔

قرآن کریم جب مکہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو رہا تھا تو میں کھیلنے والی چھوٹی سی بچی تھی: ﴿بلکہ قیامت کی گھڑی وعدہ کے مطابق ہے اور یہ بہت بڑی سخت اور کڑوی چیز ہے﴾.

1- تالیف سے مراد ترتیب کرنا ہے۔

سورت بقرہ اور سورت نساء میری آپ کے پاس موجودگی میں نازل ہوئیں (1)۔

پھر آپ نے اسے قرآن کریم کا نسخہ دیا، اور اس کو قرآنی آیات کی املاء کرائی۔

حکم اور منع کرنے میں لوگوں کا اختلاف باعث اختلاف وتفرق ہے

اگر چہ کفر فسق، نافرمانی، شر، دشمنی کا سبب ہے [م ٣٦] اور گناہ ہے فرد اور جماعت سے بھی ہوسکتا ہے، اور کچھ لوگ حکم اور منع کرنے سے خاموشی اختیار کرتے ہیں، تو اس کے باعث وہ گناہ میں شریک ہو جاتے ہیں، اور کچھ لوگ برائی کو منع کرنے سے منع کرتے ہیں، تو وہ بھی اس کے باعث گناہ میں شریک ہو جاتے ہیں، اس وجہ سے لوگوں میں اختلاف ہو جاتا ہے اور فتنہ وفساد پیدا ہوتا ہے جو کہ ہر زمانہ میں معیوب و ناپسند سمجھا گیا ہے، کیونکہ انسان بہت ظالم اور جاہل ہے، ظلم و جہالت کی اقسام ہیں، تو پہلے کا ظلم اور جہالت ایک قسم کا ہے، اور دوسرے اور تیسرے شخص کے ظلم اور جہالت کی قسم اور ہے۔

1- (یہ حدیث صحیح ہے) صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب تاليف القرآن، حديث: 4993.

جب کوئی شخص فتن میں غور کرے تو اس پر اس کا سبب واضح ہو جائے گا، اور یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ عوام' حکمران وعلماء میں اختلاف کا باعث کیا چیز ہے۔ اور گمراہی وہلاکت کے اصل اسباب بھی یہ ہی ہیں، دنیاوی اور شہوانی خواہشات، دین میں بدعات، دنیا میں فسق فجور وغیرہ.

اس لیے کہ گمراہی وہلاکت کے اسباب جو دین میں بدعات اور دنیا میں فسق فجور ہے، یہ بنی آدم میں مشترک پائے جاتے ہیں، کیونکہ ان میں ظلم اور جہالت ہے، تو کچھ لوگ اپنے اور لوگوں پر ظلم کرنے کی وجہ سے گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں جیسا کہ زنا، لواطت، شراب پینا، کسی کے مال میں خیانت، چوری، غصب کرنا وغیرہ۔

نافرمانی طبیعت کو مرغوب ہوتی ہے

معاصی اگرچہ عقل ودین کے نزدیک قبیح ہیں مگر طبیعت کے لیے مرغوب و دل کشی کا باعث ہیں، طبیعت کے مزاج میں داخل ہے کہ وہ کسی شیء کو دوسرے کے لیے مختص ہونے کو پسند نہیں کرتی، لیکن اپنے لیے اس کے ہونے کو پسند کرتی ہے جو کہ غبطہ کی شکل بن جاتی ہے جو حسد کا سب سے کم درجہ ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ غیر پر اپنے آپ کو بلند وغالب کرنا، اور کسی شیء کے حصول کی تمنا کرنا یا دوسرے کیلئے زوال کی تمنا کرنا، اور اگر حاصل نہ ہو سکے، تو اس میں اونچائی، فساد، تکبر کا ارادہ ضرور پایا جاتا ہے، اور حسد یہ تقاضا کرتا ہے کہ شہوات اس کے لیے مخصوص ہوں، تو کیسا ہو اگر یہ شہوات کسی اور کے لئے مخصوص ہوں، اعتدال پسند کا تو یہ حال ہے جو برابری اور اشتراک چاہتا ہے، مگر دوسرا بہت ظلم اور ح ۔کرنے والا ہے[م ۳۷] یہ دونوں مباح

امور میں پڑ جاتے ہیں، حرام امور اللہ کا حق ہیں، اور جس کام کی اصل جنس مباح ہے مثلاً: کھانے پینے کی اشیاء، نکاح، لباس، سواری، دولت۔ اگر اس میں خصوصیت پائی جائے تو اس کی وجہ سے ظلم، بخل، حسد کا سبب ہوگی۔

بخل غرور کا سبب ہے

غرور کا اصل سبب بخل ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے:

((إِيَّاكُمْ وَالشُّحَ ، فَإِنَّهُ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ. أَمَرَهُمْ بِالْبُخْلِ فَبَخِلُوْا ، وأَمَرَهُمْ بَالظُّلْمِ فَظَلَمُوا ، وَأَمَرَهُمْ بَالْقَطِيْعَةِ فَقَطَعُوْا))(1).

ترجمہ: ''بچو تم بخل سے بے شک اس کی وجہ سے پہلی قومیں ہلاک ہوگئیں، ان کو اس سے روکا گیا تو انہوں نے بخل کیا، ان کو ظلم سے باز کیا گیا مگر ظلم کرتے رہے، قطع رحمی سے منع کیا گیا مگر انہوں نے قطع رحمی کی''۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انصار کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُ وَالدَّارَ وَ الْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ ای مِنْ قبل

1- (یہ حدیث صحیح ہے) مسند أحمد: 159/2، 191، 195، 421. و 323/3، وسنن أبي داود، حديث: 1698، والمستدرک الحاکم: 415/1، وصحيح الجامع: 2678، والسلسلة الصحيحة: 1462.

المهاجرين۔ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ لاَ يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا – اى لا يجدون الحسد مما اوتي اخوانهم من المهاجرين –وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔ ثم قال : وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَاُوْلٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [سورة الحشر ، آيت: 9].

ترجمہ: ''(انصار) وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے سے قبل ایمان لانے والوں کو اپنے گھروں میں ٹھکانہ دیا (مہاجرین کو) محبت کرتے ہیں ان کی طرف ہجرت کرنے والوں سے، اور اپنے دلوں میں اس کا کوئی معاوضہ کا خیال نہیں رکھتے اور ترجیح دیتے ہیں اپنی ذات پر دوسروں کو اگرچہ خود تکلیف میں ہوں، اور جو شخص اپنے نفس کے بخل سے بچ، گیا وہ پورا کامیاب ہے''۔

عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے یہ دعا مانگ رہے تھے ''اے پروردگار مجھے! اپنے نفس کے بخل سے محفوظ رکھ، اے پروردگار! مجھے اپنے نفس کے بخل سے محفوظ رکھ''۔

آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ یہ دعا کیوں مانگ رہے ہیں؟ تو فرمایا: '' اگر میں اپنے نفس کے بخل سے محفوظ ہوگیا، تو بخل، ظلم، قطع رحمی سے محفوظ ہوگیا''۔

یہ طمع ولالچ (جو نفس کے حرص کی شدت ہے) بخل کی وجہ سے جو شیء عطا کرنا اس پر لازم ہے اس سے منع کرتی ہے، اور ظلم کی وجہ سے کسی کا مال لیا جاتا ہے، اور قطع رحمی حسد کا موجب ہے (جو دوسرے کے پاس موجود نعمت کو ناپسند اور اس کے زوال کی تمنا کرنا ہے) حسد میں ظلم بخل دونوں [م ۳۸] اس طرح پائے جاتے ہیں

کہ غیر کے پاس موجود نعمت برداشت نہیں ہوتی اور ظلم اس طرح دوسرے کی نعمت کے زوال کے لیے دعا گو ہونا۔

جب یہ حال مباح شہوات کا ہے تو محرمہ شہوات کا کیا حال ہوگا؟ جیسے زنا' شراب نوشی وغیرہ، جب شہوات کو اپنے لیے مخصوص کرنا چاہتا ہے تو اس کی دو صورتیں ہونگی:

1- خصوصیت کی وجہ سے نفرت کرنا، جیسا کہ مباح اشیاء میں پایا جاتا ہے۔
2- نفرت اس لیے کرنا کہ اس میں اللہ رب العالمین کا حق ہے۔

گناہ کی اقسام

گناہ کی تین اقسام ہیں:

1- جس میں لوگوں پر ظلم کرنا ہے۔ جیسا کہ لوگوں کی دولت چھین کر ظلم کرنا، ان کے حقوق ادا نہ کرنا، اور حسد وغیرہ۔

2- جس میں اپنے نفس پر ظلم کرنا، جیسا کہ شراب نوشی، زنا کرنا، اگر ان کا ضرر متعدی نہ ہو۔

3- اس میں نمبر ایک اور دو جمع ہیں جیسے حاکم اور امیر لوگوں کا مال ناجائز حاصل کر کے زنا، وشراب نوشی اور گناہوں کے ارتکاب پر استعمال کرے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَ الْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَالَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ [م ۳۹] تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [سورۃ الأعراف، آیت: 33]

ترجمہ: ''آپ فرمایئے کہ میرے رب نے حرام کیا ہے تمام فحش علانیہ اور پوشیدہ باتوں سے اور ہر گناہ اور بغیر حق بغاوت سے، اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنانے سے اور ایسی بات اللہ رب العالمین کی طرف منسوب کرنے سے جس کو تم نہیں جانتے''۔

عدل سے لوگوں کے معاملات کی اصلاح

لوگوں کے معاملات دنیا میں عدل سے درست ہوتے ہیں، اگرچہ اس میں کچھ تھوڑا بہت گناہ بھی شامل ہو لیکن وہ لوگوں کے ساتھ ہونے والے ظلم سے کم درجہ ہو جس میں کوئی معاصی شامل نہ ہو، اسی لیے کہاوت مشہور ہے''اللہ تعالیٰ عادل حکومت کو قائم رکھتے ہیں اگرچہ وہ کافروں کی کیوں نہ ہو اور ظالم حکومت کو تباہ کردیتے ہیں اگرچہ اس کے حکمران مسلمان ہی کیوں نہ ہوں''۔

کہا جاتا ہے کہ دنیا کی بقا کفر اور عدل کے ساتھ ہوسکتی ہے، جبکہ اسلام اور ظلم کے اجتماع کے ساتھ ممکن نہیں ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ نے فرمایا:

((لَيْسَ ذَنْبٌ أَسْرَعُ عُقُوبَةً مِنَ الْبَغْيِ وَ قَطِيعَةِ الرَّحِمِ))(1).

1- (یہ حدیث صحیح ہے) سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب البغي، حديث: 4211 وجامع الترمذی، حديث: 2511، وسنن أبي داود، حديث: 4902، ومسند إمام أحمد: 36/6، 38.

ترجمہ: ''کوئی گناہ جلد سزا کے اعتبار سے بغاوت اور قطع رحمی سے بڑھ کر نہیں ہے''۔

لہذا باغی شخص دنیا ہی میں اپنے انجام کو پہنچ جاتا ہے اگرچہ آخرت میں وہ مغفور اور مرحوم ہے(1)۔

عدل کی وجہ سے دنیا کا نظام قائم ہے، لہذا جب نظام درست ہو تو دنیا کی بقاء ہے، اگرچہ عدل قائم کرنے والے کے لیے آخرت میں کچھ نہیں(2) اور جب عدل قائم نہ ہو تو دنیا کی بقاء غیر یقینی ہو جاتی ہے، اور جب نظام درست نہ ہو تو دنیا کی بقاء غیر یقینی ہے، اگرچہ ایسا کرنے والے کے ایمان کی وجہ سے آخرت میں اسے اجر دیا جائے گا۔

نفس کا مزاج تکبر، حسد، ظلم ہے

نفس کے اندر ظلم کا مادہ ہوتا ہے۔ بعض مرتبہ خود اپنے اوپر ظلم کرتا ہے بُرے افعال کے ارتکاب کرنے سے جیسے زنا، ناجائز مال کھانا اور کبھی اس پر ظلم کرتا ہے جس نے کبھی اس پر ظلم نہیں کیا، شہوات کی خواہشات کو پورا کرتا ہے، [م ٤٠] اگرچہ دوسرا اسے نہیں کرتا، اور اگر دوسروں کو ظلم کرتے ہوئے یا شہوات کو حاصل کرتے ہوئے دیکھ کر وہ شہوات کے حصول اور ظلم کرنے کا بہت بڑا داعی بن جاتا ہے، اور کبھی اسے یہ بغض

1- دیکھیے مولانا مولائی سیدی حضور اور مرحوم کے القابات کا استعمال از ڈاکٹر رانا محمد اسحاق۔

2- یہاں پر کافر عادل کا بیان ہے۔

غیر کو دیکھ کر ہیجان ڈال دیتا ہے جس کی وجہ اس کا حسد کرنا اور عقاب بنتا ہے، اگرچہ پہلے اس میں یہ خصلتیں نہیں ہوتی، اور اس کے پاس عقل اور دین حجت پائی جاتی ہے کہ اس غیر نے اپنے نفس اور مسلمان پر ظلم کیا ہے، اور اس کا اچھائی کا حکم کرنا اور برائی سے منع اور جہاد دین میں سے ہے۔

اس میں لوگوں کی اقسام

یہاں لوگوں کی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم: ایسے افراد جو اپنی خواہشات کی تکمیل میں ہر وقت لگے رہتے ہیں، لہٰذا ایسے لوگ لینے کی فکر میں ہوتے ہیں، اور مطلب پورا نہ ہونے کی صورت میں جھگڑنے اور لڑنے مرنے تک سے باز نہیں آتے، جب کسی سے کچھ مل جائے خواہ حلال راستہ سے ہو یا حرام سے تو ان کا غصہ ختم ہو جاتا ہے اور وہ خوش ہو جاتے ہیں، اور جس برائی سے یہ منع کرنا چاہتے ہیں اور کرنے والے پر لعن طعن کرتے ہیں، اس برائی کو خود کرتے ہیں، اور برائی میں شرکت و معاونت بھی کرتے ہیں، اور جو انسان اس برائی سے منع کرتا ہے اس کے دشمن بن جاتے ہیں، اس قسم کے لوگ بہت زیادہ اکثریت میں پائے جاتے ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ ظالمانہ اور جلد بھول جانے والی عادات کے مالک ہیں، جس کی وجہ سے وہ انصاف نہیں کرتے، بعض دفعہ ہر حالت میں ظلم کرتے ہیں، جیسے جب حکمران' بادشاہ رعایا پر ظلم کرتا ہے، تو وہ اس کے مخالف ہو جاتے ہیں اگر وہ انہیں کوئی عہدہ یا منصب دے دے تو اس کے دوست و معاون ہو جاتے ہیں اور ظلم کے خلاف آواز بلند کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔

اسی طرح بعض لوگ شرابی زانی جواری کو روکنے لیے جاتے ہیں تو وہ انہیں کچھ دے کر راضی کرتے ہیں تو بعد میں خود ان کے حلیف ہو جاتے ہیں[م ٤١] اور وہ کبھی انہیں منع کرنے کے لیے واپسی اختیار کرتے ہیں لیکن ان کی حالت اُن سے زیادہ خراب ہوتی ہے، اور کبھی منع کرنے میں واپسی کی حالت کم یا برابر ہوتی ہے۔

دوسری قسم: دوسری جماعت کے لوگ اس کام کو صحیح ادا کرنے کے لیے اٹھتے ہیں مکمل اخلاص کے ساتھ اور جو انہوں کیا اس کی اصلاح کرتے ہیں، اور وہ اپنے مشن میں مصیبت پر صبر کرنے کے ساتھ کامیاب ہوتے ہیں، تو یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے ایمان لانے کے ساتھ اچھے عمل کیے، اور یہ وہ لوگ ہیں جو خیر امت سے لوگوں کے لیے منتخب کیے گئے۔ جو اچھائی کا حکم کرتے ہیں، اور برائی سے منع کرتے ہیں، اور اللہ رب العالمین پر ایمان رکھتے ہیں۔

تیسری قسم: کچھ لوگ ایسے ہیں کہ ان میں پہلی اور دوسری قسم کے اوصاف پائے جاتے ہیں، غالب مومنوں کا یہ حال ہے۔

جس انسان میں دِین دار ہونے کے ساتھ شہوات بھی ہوں تو اس کے دل میں اطاعت اور نافرمانی کا ارادہ ہوتا ہے، کبھی اطاعت کا ارادہ نافرمانی کے ارادہ پر غالب ہوتا ہے، اور کبھی نافرمانی کا ارادہ اطاعت کے ارادہ پر غالب ہوتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ یہ تکوینی تقسیم ہے:

نفس تین ہیں:

نفس اَمّارۃ، نفس لوّامۃ، نفس مطمئنّۃ

تو پہلے لوگ وہ ہیں جنہیں نفس امارہ برائی کا حکم کرتا ہے۔

اور درمیانے لوگ نفس مطمئنة والے ہیں، جیسے کہا جائے گا:

﴿يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ☆ ارْجِعِي اِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً☆ فَادْخُلِي فِيْ عِبٰدِيْ☆ وَادْخُلِي جَنَّتِيْ﴾[سورة الفجر، آيت: 27-30] [م٤٢]

ترجمه: ''اے اطمینان والی روح، تو اپنے رب کی طرف لوٹ اس طرح کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش، اور میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا، اور میری جنت میں چلی جا''۔

نفس اللوامة والے وہ لوگ ہیں جنہیں نفس گناہ کرنے کے ساتھ ملامت بھی کرتا ہے، اور یہ نفس کبھی کوئی رنگ پکڑتا ہے اور کبھی کوئی، اور اچھے عمل کے ساتھ برا عمل بھی، ایسے لوگوں کے گناہ معاف کیے جانے کی امید ہے اگر یہ لوگ اپنے گناہ کا قرار کریں گے جیسا کہ رب العالمین کا فرمان ہے:

﴿وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلاً صَالِحاً وَّ اٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ [سورة التوبة، آيت: 102].

ترجمه: ''اور کچھ دوسرے لوگ ہیں جنہوں نے اپنے گناہ کا اقرار کیا، اچھے برے عمل کا، اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ انہیں معاف کر دے، بے شک اللہ رب العالمین بڑی مغفرت اور رحمت والا ہے''۔

اس لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اَقْتَدُوْا بِالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ : أَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ)).

ترجمہ: "لوگوں ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کی اقتداء کرو"(1)۔

اس لیے کہ لوگ زمانہ رسالت کے قریب تھے، ان کی اصلاح اور ایمان کی حالت بلند تھی، اور ان کے حکام حق طمانیت کے زیادہ پابند تھے، اس وجہ سے فتنہ نے سر نہ اٹھایا، کیونکہ وہ درمیانی قسم میں آتے ہیں۔

اور جب حضرت عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کی خلافت کے وقت تیسری قسم کے لوگ زیادہ ہو گئے، اور ان میں ایمان اور دین کے ساتھ شہوات پیدا ہو گئیں، کچھ حکمران طبقہ میں اور کچھ عوام الناس کے طبقہ میں، وقت گزرنے کے ساتھ اضافہ ہوتا گیا، تو پھر متقدمہ بالا اسباب کی وجہ سے فتنوں نے سر اٹھایا، ہوا یوں کہ دونوں طرف سے تقویٰ اور اطاعت کا خیال نہ کیا گیا، بلکہ اس میں خواہش اور عصبیت کو دونوں طرف سے ملا دیا گیا، اور ہر طرف والا گروہ یہ تاویل کرنے لگا کہ وہ اچھائی کا حکم کرتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے، اور اس نے حق وعدل کا راستہ اختیار کیا ہے۔

اس تاویل میں خواہش نفس کا عنصر موجود ہے، کیونکہ اس میں وہ گمان ہے جس گمان کو نفس پسند کرتا ہے، اگرچہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے حق کے زیادہ قریب ہے۔

1- (یہ حدیث صحیح ہے) جامع الترمذي، كتاب المناقب، باب مناقب أبي بكر وعمر رضي الله عنهما كليهما، حديث: 3662، وسنن ابن ماجة، حديث: 97، ومسند إمام أحمد: 382/5، 385، 399، 402.

اس لیے مومن پر لازم ہے کہ وہ اللہ رب العالمین سے مدد طلب کرے، اور اس پر اعتماد کرتے ہوئے[م ٤٣] اپنے دل کی تعمیر ایمان اور تقوی سے کرے اور ہدایت سے اسے مضبوط بنائے، اور اس میں کمی نہ آنے دے، خواہش کی اطاعت نا کرے جیسا رب العالمین کا فرمان ہے:

﴿ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ هُمْ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ﴾[سورة الشورى، آيت: 15].

ترجمہ: ''آپ لوگوں کو اسی طرف بلاتے رہیں، اور جو کچھ آپ سے کہا گیا ہے، اس پر مضبوطی سے جمے رہیں، اور خواہشوں کی اطاعت نہ کریں، اور کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں، میرا ان پر ایمان ہے، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تم میں انصاف کرتا رہوں۔ ہمارا اور تمہارا پروردگار اللہ ہی ہے...''۔

مقالات، عبادات اور اس کے وجوب میں امت کا اختلاف

جس طرح امت (اسلامیہ) دیگر امور میں متفرق ہے اس طرح مقالات اور عبادات میں بھی ان کا باہمی اختلاف ہے، عام مؤمنوں پر ایسے معاملات کافی شاق گزرتے ہیں، کیونکہ وہ دو چیزوں کے سخت محتاج ہوتے ہیں ایسے فتنہ وفساد کو اپنے آپ سے دور کرنا جس میں ان کے معاصرین مبتلا ہو چکے ہیں چاہے وہ دنیوی فتنے ہوں یا دینی۔

مزید برآں نفس کے تقاضے بھی ان کے ساتھ ہوتے ہیں کیونکہ ان کے ساتھ اپنے نفس اور شیطان بھی ہوتے ہیں، جس طرح دوسرے لوگوں کے ساتھ ان اشیاء کا موجود ہونا درحقیقت ان کے نفس کی خواہشات کو تقویت دیتا ہے، یہ واقعتاً ہے، لہٰذا برائی کے اسباب جو شیطان میں ہیں، ایسے ہی خیر کے اسباب بھی ہوتے ہیں، دوسروں کی دیکھا دیکھی میں اسباب کے مطابق اعمال سرانجام پاتے ہیں۔

کیونکہ بے شمار لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو بہ ذات خود نیکی یا برائی کرنا نہیں چاہتے، مگر دوسروں کو جیسے کرتے ہوئے دیکھتے ہیں ویسے ہی وہ بھی کرتے ہیں، (خاص کر کے اگر وہ لوگ ان جیسے ہوں) کیونکہ لوگ اپنی جبلت کے اعتبار سے ایک دوسرے کی نقل اتارنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اسی لیے جو سب سے پہلے برائی یا نیکی کرے، بعد میں آنے والوں کا ثواب یا عذاب اسے بھی ملتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَ أَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا إِلَىٰ [م٤٤] يَوْمَ الْقِيَامَةِ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقَصَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئًا. وَ مَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعَلَيْهِ وِزْرُهَا وِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقَصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا))(1).

1-(یہ حدیث صحیح ہے) صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة، حديث: 1017، و سنن النسائي، حديث: 2554، وسنن الدارمي، حديث: 514،512 ، ومسند إمام أحمد: 4/357-361.

ترجمہ : ''جس شخص نے کوئی نیک کام کیا اس کے عمل کا بھی اجراسے ملے گا اور قیامت تک جو کوئی اس پر عمل کریگا اسکا ثواب بھی اسے ملے گا، اس کے بعد عمل کرنے والوں کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی، اور جس شخص نے کوئی برا کام کیا اس کے عمل کا گناہ بھی اسے ملے گا اور قیامت تک جو کوئی اس پر عمل کریگا اس کا گنا بھی اسے ملے گا، اس کے بعد عمل کرنے والوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی''۔

کیونکہ بعد میں آنے والے سب سے پہلے شخص کے عمل میں درحقیقت شریک ہیں، اور اصول یہ ہے کہ کسی چیز پر جو حکم لگے گا وہی حکم اس چیز پر بھی لگے گا جس کی بعد والے نے مشابہت کی تھی، کیونکہ جو کسی کی مشابہت کرتا ہے وہ اس کی طرف کھینچا چلا آتا ہے۔

اگر چہ یہ دو سبب بذات خود بھی قوی تھے، لیکن جب ان کے ساتھ دو مزید سبب مل گئے تو پھر کیا حال ہوگا؟

یہ اس لیے ہوتا ہے کہ مجرم اور گناہ گار ان لوگوں کو پسند کرتے ہیں جو ان کے اعمال کی موافقت کریں، اور ان لوگوں سے وہ نفرت اور دشمنی کرتے ہیں جو ان کے برے عملوں کی موافقت نہیں کرتے، یہ حقیقت ہر قوم کے فاسد و شر انگیز لوگوں میں مشترک ہے، کہ وہ ہم زمانہ لوگوں میں انہیں سے دوستی اور محبت رکھتے ہیں جو ان کے گناہوں اور جرائم کی موافقت کریں، اور جو ان کی بداعمالیوں کی مخالفت کریں، وہ اس سے دشمنی عداوت اور بغض رکھتے ہیں۔ یہی حال دنیاوی معاملات اور شیطانی شہوات کے پیروکاروں کا ہر زمانے اور ہر قوم میں ہوتا ہے، کہ وہ ان لوگوں کو جو ان کی موافقت کو ترجیح دیتے ہیں ان پر جو ان کی مخالفت کرتے ہیں۔

اور وہ یہ رویہ کئی وجوہات کی وجہ سے اپناتے ہیں، اول تو وہ ان کو اپنا معاون سمجھتے ہیں جیسا کہ بڑے بڑے چوہدریوں، جاگیرداروں، اور ڈکٹیڑوں کا معمول ہے۔

یا دوسروں کی موافقت سے انہیں لذت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ شرابیوں کے ہاں ہوتا ہے، چونکہ وہ ہر اس شخص کو اپنا دوست بنا لیتے ہیں جو ان کے پاس شراب پیے، اور برے لوگوں کے نزدیک ان کے مخالفوں کی دشمنی کی بھی متعدد وجوہ ہیں:

- وہ ان سے اس لیے نفرت کرتے ہیں کہ ان کے مخالفین اپنے آپ کو ان سے بہتر سمجھتے ہیں۔
- یا پھر ان سے حسد کرتے ہیں کہ نیکی کی جو نعمت ان کے پاس ہے وہ کیوں محروم ہیں۔
- یا اس خوف سے کہ کہیں ان کے مخالف ان سے کم درجے کے لوگوں کی تعریف نہ کردیں۔
- یا ان کے مخالفین کے پاس ان کے خلاف کوئی حجت نہ آ جائے۔
- یا اس ڈر سے کہ کہیں ان کی وجہ سے کہ یہ سزا میں نہ پڑے جائیں۔
- یا وہ ان کا معاملہ حکمرانوں کے پاس نہ لے جائیں۔
- یا وہ ان کے احسان کے نیچے نہ آ جائیں اور ہمیشہ ان سے دبے نہ رہیں۔

کچھ اور بھی اسباب ہیں جن کا ذکر طوالت کے خوف سے نہیں کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ﴾

[سورة البقرة، آیت:109].[م٤٥]

ترجمہ: ''بے شمار اہل کتاب یہ چاہتے ہیں کہ وہ تمہیں ایمان لانے کے بعد کفر کی طرف لوٹا دیں کیونکہ وہ ان سے حسد کرتے ہیں جبکہ ان کے لیے حق واضح ہوگیا''۔

اللہ تعالیٰ نے منافقین کے متعلق فرمایا:

﴿ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً ﴾

[سورة النساء ، آیت:89]

ترجمہ :''وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر ہو جاؤ جس طرح وہ خود کافر ہیں پھر تم برابر ہو جاؤ''۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا قول ہے:'' جو عورت زنا کرتی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ تمام عورتیں یہ بدکاری کریں''۔

کبھی کبھی فاجر لوگ انہیں گناہوں میں دوسرے لوگوں کی مشارکت چاہتے ہیں، جو وہ خود کرتے ہیں مثلاً شراب پینا یا جھوٹ بولنا اور بداعتقادی وغیرہ۔

اور کبھی کبھی مجرم لوگ دوسروں سے گناہ کروانا چاہتے ہیں لیکن وہ یہ اصرار نہیں کرتے کہ لوگ بھی وہیں گناہ کریں جہاں انہوں نے کیے تھے، مثلاً زانی چاہتا ہے کہ دوسرے لوگ بھی زنا کریں لیکن وہ یہ نہیں چاہتا کہ وہ صرف اسی عورت سے زنا

کریں جس سے وہ زنا کر چکا ہے، اور جو چوری کر چکا ہے وہ یہ تو چاہتا ہے کہ دوسرے بھی چور بن جائیں لیکن وہ یہ کبھی نہیں چاہتا کہ دیگر لوگ صرف وہیں چوری کریں جہاں اس نے چوری کی ہو۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مجرم بے گناہوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ بھی ان کے جرم میں شریک ہو جائیں، اگر وہ مان جائیں تو ٹھیک ورنہ وہ ان سے عداوت کرتے ہیں، اور ان کو ایذاء پہنچاتے ہیں اور زیادہ تر ظالم اور مجرم لوگوں کی یہ حالت ہے۔

پھر جب بے گناہ لوگ مجرموں کا ساتھ ان کے برے افعال میں دیتے ہیں یا مجرموں کی مرضی کے مطابق ان کی استعانت کرتے ہیں، اور دوسروں کو بھی برے کاموں میں شمولیت کی دعوت دیتے ہیں، تو مجرم ان کی اس مشارکت اور معاونت اور اطاعت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اور دوسرے معاملات کے لیے بہانہ بناتے ہیں، اگر عام لوگ مجرموں کے تمام جرائم میں معاونت اور مشارکت نہ کریں تو ان سے عدوات وایذاء کا سلوک کرتے ہیں۔

یہ صورت حال عموماً وہ جرائم پیشہ افراد اختیار کرتے ہیں جو طاقت ور ہوتے ہیں، اور یہی صورت حال نیک کاروں میں بھی پائی جاتی ہے۔

بلکہ جرائم پیشہ افراد آپس میں جیسے تعاون کرتے ہیں، صالح لوگ اس سے کہیں بڑھ کر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں[م ٤٦]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ﴾[سورۃ البقرۃ، آیت: 166].

ترجمہ: ”اور جولوگ ایمان لائے، وہ اللہ سے زیادہ محبت کرتے ہیں“۔

فطرت انسانی ایمان، علم، صدق، عدل اور اداء امانت کی طرف مائل رہتی ہے، اور جب انسان اپنے ہم جنسوں کو یہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے، تو اس کے لیے یہ چیز مزید مددگار بنتی ہے، خصوصاً جب ویسا ہی نیک عمل ہو جو آدمی خود کرتا ہو اور مزید یہ کہ لوگوں میں اس نیکی کا رجحان پایا جاتا ہو، یہ صورت حال نہایت عمدہ اور بہتر ہے۔

اگر ایسے نیک انسانوں کو کسی ایسے انسان کے متعلق علم ہو جائے کہ وہ مؤمنوں اور صالحوں سے محبت کرتا ہے، اور اگر ایسے نیک کام نہ کیے جائیں تو وہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو اس طرح اسے تیسرا حامی مل جاتا ہے، اگر دیگر لوگ اس سے محبت کرنے لگیں اور اس کی موافقت کریں، اگر نیک اعمال کو ترک کیا جائے تو وہ اس کو ناپسند کریں اور ایسے لوگ نفرت کریں تو اسے چوتھا حامی مل جاتا ہے۔

برائیوں کے مقابلہ میں نیکیاں کرنا لازم ہے

طبیب بیماری کا مقابلہ دوائی سے کرتا ہے تب مریض صحیح ہوتا ہے، لہٰذا مؤمنوں کو بھی حکم دیا جاتا ہے کہ وہ معاشرہ میں برائیوں کا مقابلہ نیکیوں سے کریں تاکہ برائیاں ختم ہو جائیں، اور ہر مؤمن کو چاہیے کہ پہلے وہ اپنی اصلاح کرے دو چیزوں سے:

1- نیکی کرکے۔

2- برائی ترک کرکے۔

حالانکہ نیکیوں کے منافی اور برائیوں کے متقاضی خواہشات موجود ہوں گی، اور یہ چار اقسام پر مشتمل ہیں۔

نیز ان چار اقسام کا لحاظ کرتے ہوئے دوسروں کی اصلاح بھی ضروری ہے البتہ استطاعت وامکانگی برتی جائے گی، اللہ رب العالمین کا فرمان ہے:

﴿ وَالْعَصْرِ ☆ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ☆ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴾ [سورۃ العصر، آیت: 1-3]۔

ترجمہ: ''قسم ہے زمانہ کی، بے شک انسان گھاٹے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اور آپس میں حق وصبر کی تلقین کی''۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ''اگر سارے لوگ سورہ عصر میں غور وفکر کریں تو یہی ان کو کافی ہو جائے گی'' [م ٤٧] ان کی یہ بات بالکل صحیح ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر اس صورت کے ذریعے سے دی ہے کہ بذات خود ایمان لانے اور دوسروں کو حق اور صبر کی تلقین کرنے والوں کے علاوہ سب لوگ خسارے ہیں۔

بڑی آزمائش بلندی کا سبب ہے

آزمائش جتنی بڑی ہوتی ہے، درجات بھی اتنے ہی بڑے اور بلند ہوتے ہیں۔ جب مؤمن پر آنے والی آزمائش سخت ہوتی ہے، تو اس کے ثواب میں اضافہ اور درجات میں بلندی بھی اتنی ہی ہوتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا:

((أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلاَءً ؟ قَالَ : الْأَنْبِيَاءُ ، ثُمَّ الصَّالِحُوْنَ ؛ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالأَمْثَلُ . يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلَى حَسَبِ دِيْنِهِ ، فَإِنْ كَانَ فِيْ دِيْنِهِ صَلاَبَةٌ زِيْدَ فِيْ بَلاَئِهِ ، وَإِنْ كَانَ فِيْ دِيْنِهِ رِقَّةٌ خُفِّفَ عَنْهُ . وَمَا يَزَالُ الْبَلاَءُ بِالْمُؤْمِنْ حَتَّى يَمْشِيْ عَلَى وَجْهِ الأَرْضِ وَلَيْسَ عَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ)) (1).

ترجمہ: سب سے زیادہ آزمائش میں کن کو ڈالا جاتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انبیاء کو، پھر نیک کاروں کو، پھر دین اور تقویٰ میں جو زیادہ سخت ہوگا اس کی آزمائش بھی اتنی ہی سخت ہوگی، اور جو انسان دین، عقیدہ، تقویٰ اور اخلاق میں کمزور ہوگا، اس کی آزمائش بھی ہلکی ہوگی، مؤمنوں پر آزمائشیں آنے کی وجہ سے زمین پر وہ اس حال میں چلتا ہے کہ اس کا کوئی گناہ باقی نہیں ہوتا''۔

اس لیے جتنی صبر کی ضرورت ہے اتنی کسی شیء کی نہیں، کیونکہ دین میں صبر امامت کا سبب بنتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِآيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴾[سورة السجود، آیت: 24]

1-(یہ حدیث حسن صحیح ہے) مسند إمام أحمد: 1/172، 180، 185، وجامع الترمذي، حديث: 2398، وسنن ابن ماجة، حديث: 4023، و سنن الدارمي، حديث: 2783.

ترجمہ: ''اور جب ان لوگوں نے صبر کیا تو ہم نے انہیں امام بنایا جو ہمارے احکام سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے''۔

نیک اعمال کے لیے صبر (1) ضروری ہے

نیک اعمال جن کا حکم دیا گیا ہے، وہ سرانجام دینے کے لیے بے حد صبر ضروری ہے۔ اسی طرح بُرے اعمال جن کو کرنے سے منع کیا گیا ہے، چھوڑنے کے لیے صبر بے حد ضروری ہے، اور اس میں مصیبت پر صبر کرنا بھی شامل ہے، اور انسان کے ناپسندیدہ اشیاء بھی داخل ہیں، جبکہ نعمت تکبر نہ کرنا بھی اس میں داخل ہیں، وغیرہ۔[م ٤٨]

یقین کا ہونا بھی ضروری ہے

کسی بندے کے لیے صبر کی کوئی بھی قسم ممکن نہیں ہوتی جب تک وہ ذہنی طور پر مطمئن نہ ہو اور اس انعام اور اس غذا کا نام یقین ہے جس کی وجہ سے اسے اطمینان حاصل ہوتا ہے، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول

1-صبر عربی زبان میں الحبس والمنع (یعنی کنٹرول کرنا) اور اصطلاحی طور پر اپنے نفس کا جزع فزع سے اور زبان کا شکایت سے اور جسم کا اعضاء کے محرمہ افعال سے کنٹرول کرنا۔ صبر کی تین اقسام ہیں: اللہ رب العالمین کی اطاعت میں صبر کرنا، اور اللہ رب العالمین کی نافرمانی سے صبر کرنا، اور اللہ رب العالمین کی تکلیف شدہ تقدیر پر صبر کرنا (المجدید فی شرح کتاب التوحید: 227/3).

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((أيها الناس سَلُوا اللّٰهَ اَلْيَقِيْنَ وَالْعَافِيَةَ، فَإِنَّهُ لَمْ يُعْطَ أَحَدٌ بَعْدَ اَلْيَقِيْنَ خَيْرًا مِنْ اَلْعَافِيَةِ، فَسَلُوْهَا اللّٰهَ))(1).

ترجمہ: "اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے یقین اور عافیت مانگو، کیونکہ کسی کو یقین کے بعد عافیت سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ملی، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے یہ دونوں چیزیں طلب کرو"۔

نیز جب وہ دوسروں کو نیکی کی تلقین کرتا ہے، یا دوسروں کی موافقت پسند کرتا ہے، یا دوسروں کو برائی سے روکے تو جس چیز کا محتاج ہوتا ہے وہ دوسروں کے ساتھ احسان کی دولت ہے جس کی وجہ سے اس کا مقصد پورا ہوسکتا ہے، کہ وہ محبوب مقصد حاصل کرلے اور لوگ ناپسندیدہ چیز ترک کردیں، کیونکہ انسانی طبیعت اس وقت تک کرواہٹ کی عادی نہیں بنتی جب تک اس کے ساتھ شیرینی نہ ملی ہوئی ہو، اس کے علاوہ کسی اور طریقہ سے یہ ممکن نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے تالیف قلوب کا حکم دیا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے صدقات میں مؤلفۃ القلوب کا بھی حصہ مقرر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾

[سورة الأعراف، آیت:199].

1- (یہ حدیث حسن صحیح ہے) صحیح سنن الترمذي، أحاديث شتى من أبواب الدعوات حديث: 2811، ومسند إمام أحمد: 3/1.

ترجمہ: ''معافی کو شعار بنائیں اور نیکی کا حکم دیں اور جاہلوں سے اعراض برتیں''۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴾

[سورۃ البلد، آیت: 17].

ترجمہ: ''وہ باہم صبر اور رحم کی تلقین کرتے ہیں''۔

لہٰذا مؤمن کے لیے ضروری ہے کہ وہ صبر کرے اور رحم کرے یہی دراصل شجاعت اور شرافت ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ بعض اوقات نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر کیا ہے، کیونکہ زکوٰۃ خلق پر احسان کرنا ہے، اور کبھی نماز کے ساتھ صبر کا ذکر کیا گیا ہے۔

اور یہ تینوں اعمال ضروری ہیں: نماز، زکوٰۃ، صبر۔

مؤمن جب تک ان تین اعمال پر کار بند نہیں ہوگا، وہ [م٤٩] اپنی اور دوسروں کی اصلاح نہیں کر سکتا، بلکہ فتنہ جوں جوں تقویت پکڑتا جائے گا، ان اعمال پر عمل کرنا توں توں زیادہ ضروری ہوتا جائے گا۔

تمام بنو آدم صبر اور نرمی کے محتاج ہیں، اس کے بغیر دینی اور دنیوی مصلحتوں کا حصول ناممکن ہے، اس لیے سب لوگ آپس میں شجاعت اور سخاوت و شرافت کی مدح و ستائش کرتے ہیں، حتیٰ کہ ہر زمانے میں ہر قبیلے کے شعراء انہیں دو صفات کی وجہ سے اپنے ممدوحوں کی مدح کرتے ہیں، اور اسی طرح ہر زمانے کے شعراء بخل اور

بزدلی کی مذمت کرتے ہیں۔

جن امور پر بنو آدم کے عقل مندوں کا اتفاق ہو، وہ امر کبھی غلط نہیں ہوتے، مثلاً تمام انسان سچ اور انصاف کی تعریف کرتے ہیں اور جھوٹ اور ظلم کی مذمت کرتے ہیں۔

غزوہ حنین میں مال غنیمت کی تقسیم کے وقت جب لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رش کرلیا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر جھاڑی کے ساتھ الجھ گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْ اَنَّ عَنْدِي عَدَدَ هَذِهِ الْعِضَاةِ نَعَماً لقَسَمْتُه فِيْكُمْ ، ثُمَ لاتَجِدُوْنِيْ بَخِيْلاً وَلاَ جَبَاناً، وَلاَ كَذُوْبًا)) (1).

ترجمہ : ”مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر ان کانٹوں کے برابر میرے پاس اونٹ آ جائیں تو میں ان سب کو تمہارے درمیان بانٹ دوں۔ پھر تم مجھے نہ بخیل دیکھو گے نہ بزدل اور نہ جھوٹا“۔

لیکن یہ حسب صفات اور مقاصد میں مختلف اقسام ہیں، کیونکہ اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے، اور ہر انسان کی اپنی نیت ہے۔

1- (یہ حدیث صحیح ہے) صحیح البخاري، كتاب الجهاد والسير، حديث: 2821، 3148، مسند أحمد: 84،82/4، و المعرفة والتاريخ: 364/1.

کنجوسی اور بزدلی کی مذمت

کتاب اللہ اور سنت رسول میں بخل اور بزدلی کی مذمت کی گئی ہے، اور اللہ کی راہ میں شجاعت و نرمی کی مدح کی گئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((شَرُّ مَا فِيْ اَلْمَرْءِ شُحٌّ هَالِعٌ وجُبْنٌ خَالِعٌ))(1)۔

ترجمہ: ''آدمی کے مزاج میں دو بہت بری صفات پائی جاتی ہیں: شدید کنجوسی اور انتہائی بزدلی''۔

اور فرمایا:((مَنْ سَيِّدُكُمْ يَا بَنِيْ سَلَمَةَ ؟ فَقَالُوْا : اَلْجَدُّ بْنُ قَيْسُ ، عَلَى أَنَّا نَزُنُّهُ بِالْبُخْلِ . فَقَالَ : وَإِيُّ دَاءٍ أَدْوَى مِنَ الْبُخْلِ؟))(2) [م ۰ ۵]

ترجمہ: ''اے بنوسلمہ! تمہارا سردار کون ہے؟ انہوں نے کہا جد بن قیس ہمارا سردار ہے لیکن وہ بخیل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بخل سے بھی بڑی کوئی بیماری؟''۔

وَفِيْ رواية : ((إِنَّ السَّيِّدَ لا يكونُ بَخِيْلاً بَلْ سَيِّدُكُمْ الأبيض اَلْجَعْد البَرَاء بن معرور))(3)۔

ترجمہ: اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

1- (یہ حدیث صحیح ہے)سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب، حديث: 2511، ومسند إمام أحمد: 302/2، 320، وحلية الأوليا:48/9.

2- (یہ حدیث صحیح ہے)صحيح البخاری، كتاب الخمس، باب إذا بعث الإمام رسولا في حاجة، أو أمره بالمقام، هل يسهم له، حديث:3137. والمعرفة والتاريخ: 358/3.

3- سيرة ابن هشام: 104/2،وتفسير قرطبي :159/9.

"سردار کبھی بخیل نہیں ہوتا بلکہ تمہارا سردار گھنگھریالے بالوں والا اور گورا براء بن معرور ہے"۔

اور صحیح میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ جب انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہا: ((إمَّا أنْ تُعْطِيَنِي، وَإمَّا أنْ تَبْخَلَ عَنِّي. فقال: أتَقُوْلُ وَإمَّا أنْ تَبْخَلَ عَنِّي؟ وَ أيُّ دَاءٍ أدْوَى مِنَ الْبُخْلِ ؟)) (1).

ترجمه: "یا تو آپ مجھے دیں یا مجھ سے بخل کر لیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے استفسار فرمایا کہ تو نے کیا کہا کہ میں تم سے بخل کر لوں اور کون سی بیماری بخل سے بڑی ہے؟"۔

یعنی ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے بھی بخل کو سب سے بڑی بیماری قرار دیا۔

صحیح مسلم میں سلیمان بن ربیعہ سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں مال تقسیم کیا، تو میں نے کہا اے اللہ کے رسول اللہ! کی قسم! جن لوگوں میں آپ نے مال تقسیم کیا ہے، دوسرے لوگ ان سے زیادہ حق دار ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((واللّٰهِ لَغَيْرُ هٰؤُلاءِ أحَقُّ مِنْهُمْ .فَقَالَ : إنَّهمْ خَيَّرُوْنِي بَيْنَ أنْ يَسْألُوْنِي بِالْفُحْشِ وَبَيْنَ أنْ يُبَخِّلُونِي ، وَلَسْتُ بِبَاخِلٍ)) (2).

1- (یہ حدیث صحیح متفق علیہ ہے) صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب قصة عمان والبحرين، حديث: 4383، و صحيح مسلم، حديث: 2314.

2-(یہ حدیث صحیح ہے) صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب من سأله بفحش وغلظة، حديث: 1056.

• ترجمہ : ''اللہ کی قسم! لوگوں نے مجھے دو ناپسندیدہ باتوں کا اختیار دیا کہ یا تو میں بخل کروں یا دوسرا ناپسندیدہ کام کروں اور میں بخیل نہیں ہوں۔ لہٰذا میں نے بخل نہیں کیا''۔

آپ نے فرما: ''یا انہوں نے مجھ سے ایسا سوال کیا جو کرنے والا نہیں تھا، اگر انہیں عطا کر دیا جائے ورنہ وہ یہ کہیں گے یہ بخل ہے، جبکہ انہوں نے مجھے دو کاموں میں مخیّر کیا: فحش اور بخل، اور بخل زیادہ ناپسندیدہ ہے، تو میں انہیں دوں گا جس کی انہیں اشد ضرورت ہے''۔

کنجوسی کی اقسام

کنجوسی ایک جنس ہے اس کی اقسام ہیں جس میں میں کبیرہ اور صغیرہ دونوں موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾

[سورة آل عمران، آیت: 180]. [م ١٥]

ترجمہ : ''جو لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دیے ہوئے مال میں بخل کرتے ہیں، وہ اسے اپنے لیے بہتر تصور نہ کریں بلکہ وہ ان کے لیے بدتر فعل ہے عنقریب قیامت کے دن وہ طوق پہنائیں جائیں گے اس مال کے جس میں انہوں نے بخل کیا تھا''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ☆ اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ...﴾[سورة النساء ، آیت:36،37] .

ترجمہ :''اورتم اللہ کی عبادت کرو،اورتم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کوشریک نہ کرو، اور والدین ، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، رشتہ دار پڑوسیوں اور دور کے پڑوسیوں اور دوستوں اور مسافروں اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ احسان کرو، بے شک اللہ تعالیٰ فخر کرنے والے متکبر کو پسند نہیں کرتا جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں،اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کے ساتھ ان کو دیا ہے وہ چھپاتے ہیں،ہم نے کافروں کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے''۔

اور فرمایا: ﴿ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّا اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴾[سورة التوبة، آیت: 54].

ترجمہ :''جو کچھ وہ خرچ کرتے ہیں،اس کے قبول کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں سوائے اس بات کے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ نماز کی جانب سستی سے آتے ہیں اور وہ مجبوری کے ساتھ خرچ کرتے ہیں''۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَمَّا اٰتٰهُم مِّن فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُم مُّعْرِضُوْنَ ☆ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ﴾[سورة التوبة ، آيت: 76،77].

ترجمہ: ''جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو دیا تو انہوں نے اس میں بخل اور اعراض کرتے ہوئے پھر گئے، نیتجتاً قیامت تک ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا گیا''۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَن يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَن نَّفْسِهٖ﴾[سورة محمد ،آيت: 38].

ترجمہ: ''جو کوئی بخل کرتا ہے، وہ اپنے آپ سے بخل کرتا ہے''۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ☆ اَلَّذِيْنَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ☆ اَلَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ☆ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ﴾[سورة الماعون،آيت: 1-4].

ترجمہ: ''غفلت سے نماز پڑھنے والوں کے لیے ہلاکت ہو، جو دکھلاوا کرتے ہیں اور گھریلو استعمال کی چیزوں کو روکتے ہیں''۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ☆ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ﴾[سورة التوبة ، آيت: 34-35].

ترجمہ: ”جو لوگ سونا اور چاندی ذخیرہ کرتے ہیں، اللہ کے راستے میں اس میں سے خرچ نہیں کرتے، ان کو آپ دردناک عذاب کی خوشخبری دیں، جس دن جہنم میں ان کے چہرے داغے جائیں گے اور ان کی پسلیاں اور پیٹھیں بھی، اور کہا جائے گا کہ اس کو تم نے اپنے لیے ذخیرہ کیا تھا، پس اپنے ذخیرہ کے مزے چکھو“۔

قرآن کریم کی بے شمار آیات کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے دینے اور عطا کرنے کا حکم دیا ہے، اور اس کے تارک کی مذمت کی ہے، جو درحقیقت بخل کی مذمت ہے۔

بزدلی کی مذمت

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی بکثرت آیات میں بزدلی کی مذمت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ﴾

[سورة الانفال، آیت: 16]. [م ۲ ۵]

ترجمہ: ”(میدان جنگ میں) جو اس دن جنگی چال یا اپنی جماعت کی طرف آنے کے علاوہ پیٹھ پھیرے گا پس وہ اللہ کے غضب کے ساتھ واپس آئے گا، اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے“۔

اللہ تعالیٰ نے منافقین کے متعلق فرمایا:

﴿وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ☆لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلاً لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ.وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴾[سورة التوبة، آیت: 57،56].

ترجمہ : ''اور وہ اللہ کے نام کی قسم اٹھا کر کہتے ہیں کہ وہ تمہارے ساتھی ہیں حالانکہ وہ تمہارے ساتھی نہیں ہیں، لیکن وہ ڈرپوک لوگ ہیں اگر انہیں کوئی پناہ گاہ یا کوئی غار یا گھسنے کی کوئی جگہ ملے تو ضرور ادھر چلے جائیں''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاِذَا اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ﴾

[سورة محمد، آیت: 20].

ترجمہ : ''اور جب محکم سورت نازل کی گئی اور اس میں لڑائی کا ذکر ہوا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دیکھیں گے کہ جن لوگوں کے دل میں مرض ہے وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف اس شخص کی مانند دیکھ رہے ہیں جس پر قرب موت کی وجہ سے غشی طاری ہو چکی ہو''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُو الصَّلٰوةَ وَاٰتُوْا الزَّكٰوةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلَا اَخَرْ

تَنَآ اِلٰی اَجَلٍ قَرِیْبٍ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ﴾[سورۃ النساء، آیت: 77].

ترجمہ: ''کیا تم نے ان کو نہیں دیکھا جن کو کہا گیا کہ اپنے ہاتھ روک لو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں ایک گروہ لوگوں سے ڈرنے لگا جس طرح کہ اللہ سے ڈرا جاتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور وہ کہنے لگے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا؟ تھوڑی مدت کے لیے مؤخر کیوں نہ کر دیا، آپ فرما دیجیے: دنیا کی لذتیں بہت قلیل ہیں اور آخرت کی زندگی پرہیز گاروں کے لیے بہتر ہے اور تم دھاگے برابر ظلم نہیں کیے جاؤ گے''۔

قرآن حکیم میں جہاد کی جو ترغیب دی گئی ہے، اور جہاد نہ کرنے والوں کی جو مزمت کی گئی ہے، یہ سب کنجوسی کی مذمت ہے۔

اولاد آدم کی اصلاح صرف شجاعت اور سخاوت سے ہے

بنی آدم کی اصلاح شجاعت اور سخاوت کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ جو اللہ تعالیٰ سے منہ موڑے گا جہاد بالنفس سے، اللہ رب العالمین اس کو بدل کر ایسی قوم کے سپرد کر دیے گا جو اس کو قائم کرے گی، اور جو منہ موڑے گا، اللہ تعالیٰ سے انفاق فی سبیل اللہ، اللہ رب العالمین اس کو بدل کر ایسی قوم کے سپرد کر دے گا جو اس کو قائم کرے گی''۔[م ۵۳

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَالَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَۃِ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیْلٌ ☆ اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا وَّیَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ وَلَا تَضُرُّوْہُ شَیْئًا وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾

[سورۃ التوبۃ، آیت: 38-39].

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے جب تمہیں کہا گیا کہ اللہ کے رستے میں نکلو تو تم زمین کے ساتھ چمٹ گئے ہو، کیا تم آخرت کے بدلہ میں دنیا کی زندگی سے راضی ہو، آخرت کے بدلہ میں دنیا کی زندگی کا بہت تھوڑا فائدہ ہے، اگر تم اللہ کی راہ میں نہ نکلے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا، اور تمہارے جگہ کوئی اور قوم لے آئے گا اور تم اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچاوگے، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے''۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ھٰاَنْتُمْ ھٰؤُلَاءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَمِنْکُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ وَمَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِہٖ وَاللّٰہُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْا اَمْثَالَکُمْ﴾

[سورۃ محمد، آیت: 38].

ترجمہ: ''خبردار! تم وہ لوگ ہو کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے

بلائے جاتے ہو، تو تم میں کچھ بخل کرتے ہیں اور جو بخل کرتے ہیں ان کے بخل کا وبال ان کی جانوں پر ہوگا، اللہ تعالیٰ غنی ہے اور تم فقیر ہو، اور اگر تم سب روگردانی کرو، تو اللہ تعالیٰ تمہارے بدلہ میں دوسری قومیں لائے گا، جو تمہارے جیسے نہیں ہوں گے''۔

شجاعت وسخاوت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے پہلوں کو فضیلت دی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾

[سورة الحديد، آيت: 10].

ترجمہ: ''تم میں سے جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول کیا اور لڑائی کی، وہ ان لوگوں سے درجے میں بہت آگے ہیں جو فتح مکہ کے بعد لڑے اور مال خرچ کیا، بہر حال تمام لوگوں سے اللہ تعالیٰ نے اچھے بدلے کا وعدہ کیا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب حکیم میں متعدد بار جان و مال کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کرنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں یہی شجاعت اور نرمی شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ [سورة البقرة، آيت: 249].

ترجمہ: ''کتنی ہی تھوڑی جماعت نے اللہ کے حکم سے کتنی بڑی جماعت

پر غلبہ پالیا، اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہے''۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ☆ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾[سورة الأنفال،آیت 45-46].

ترجمہ : ''اے ایمان والو! جب تم دشمن کا سامنا کرو تو ثابت قدم رہو، اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ، اور اللہ رب العالمین اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور اختلاف مت کرو، وگرنہ تم پھسل جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، اور صبر کرو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔ [م ٤ ٥]

شجاعت کیا ہے؟

شجاعت قوّت جسمانی کا نام نہیں ہے، بسا اوقات انسان مضبوط جسم کا مالک ہوتا ہے، لیکن اس کا دل انتہائی کمزور ہوتا ہے، لہٰذا شجاعت دل کی مضبوطی اور ثابت قدمی کا نام ہے، بے شک لڑائی کا دار و مدار قوت بدنی پر استوار ہے اور بدن کی ساخت لڑائی کے لیے کارآمد ہے، تاہم دل کی مضبوطی لڑائی کا فیصلہ کرتی ہے، اور تجربہ بھی دل کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے۔

دل اور جسم سے لائق ستائش وہی ہیں جو علم وعرفان پر مبنی ہوں۔ جذبات سے بھرپور جوشیلا دل کچھ نہیں سوچتا اور نہ ہی اچھے اور برے کی تمیز کرتا ہے، لہٰذا طاقت ور پہلوان وہی کہلاتا ہے جو کہ غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے، تاکہ وہ کام

کر سکے جو اس کے لیے فائدہ مند ہو، اور اسے چھوڑ دے جو اس کے لیے فائدہ مند نہ ہو اور غصہ کے وقت جو شخص اپنے اوپر قابو نہیں پا سکتا وہ نہ تو بہادر کہلوائے گا، اور نہ ہی طاقت ور۔

صبر اور اس کی اقسام کی طرف واپسی

پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے کہ ان سب خصائص کا اساس صبر ہے لہٰذا اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

صبر کی دو قسمیں ہیں:

- غصہ کے وقت صبر کرنا۔
- مصیبت کے وقت صبر کرنا۔

جیسا کہ حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: ''غصے کے وقت بردباری اور مصیبت کے وقت صبر سے زیادہ کڑوے گھونٹ کسی بندے نے نہیں پیے''۔

اسے لیے کہ اس کی اصل حالت شدید صدمہ دہ پر صبر کرنا ہے، اور اس پر طاقت، رشجاعت والا ہی صبر کر سکتا ہے۔

صبر کرنے کی دو حالتیں ہیں:

- اگر صدمے والی گھڑی کا مقابلہ ممکن ہو، اس وقت غصے سے چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔
- اگر صدمے والی گھڑی کا مقابلہ نہ ممکن ہو، تو اس وقت انسان غم زدہ ہو جاتا ہے۔

اور جب انسان کو احساس ہوتا ہے کہ وہ انتقام لینے کی قدرت رکھتا ہے تو اس کا خون کھول اٹھتا ہے، لیکن غم کے وقت چہرہ زرد ہو جاتا ہے کیونکہ انسان کو جب شعور حاصل ہوتا ہے کہ وہ غم کا انتقام نہیں لے سکتا ہے تو اس کا خون جم جاتا ہے۔ [م ٥٥]

صحیح مسلم میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَا تَعُدُّوْنَ الرَّقُوْبَ فِيْكُمْ ؟

قَالُوْا: الرَّقُوْبَ الَّذِي لا يُوْلَدُ لَهُ.

قَالَ: لَيْسَ ذَاكَ بِالرَّقُوْبِ، وَلَكِنَّ الرَّقُوْبَ الرَّجُلَ الَّذِيْ لَمْ يُقَدِّمْ مِنْ وَلَدِهِ شَيْئًا.

ثُمَّ قَالَ : مَا تَعُدُّوْنَ الصُّرَعَةَ فِيْكُمْ ؟

قُلْنَا: الَّذِيْ لا يَصْرَعُهُ الرِّجَالُ.

فَقَالَ: لَيْسَ بِذَلِكَ ، وَلَكِنْ الصُّرَعَةُ هُوَ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ))(1).

ترجمہ: ''تم بانجھ کسے کہتے ہو؟

صحابہ نے کہا: بانجھ وہ ہوتا ہے جس کی کوئی اولاد نہ ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! بانجھ وہ شخص کہلاتا ہے جو اپنے اولاد میں سے اللہ رہ کی میں ارسال نہیں کرتا۔

1-(یہ حدیث صحیح ہے) صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب، حدیث: 2608، وسنن أبي داود، حديث: 4779، ومسند إمام أحمد: 382/1.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم پہلوان کسے کہتے ہو؟

صحابہ نے کہا: پہلوان وہ ہے جسے کوئی پچھاڑ نہ سکے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے"۔

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصیبت اور غصے کی حالت میں صبر کے متعلق بیان کیا۔

اللہ تعالیٰ نے مصیبت کے وقت صبر کا ذکر فرمایا:

﴿ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ☆ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾[سورة البقرة: 155-156].

ترجمہ: "صبر کرنے والوں کو خوش خبری دیں، جن لوگوں کو مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم نے اللہ کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے"۔

اور غصے کے وقت صبر کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ﴾

[سورة فصلت، آیت: 35].

ترجمہ: "اور یہ صفت صرف صبر کرنے والوں کو دی جاتی ہے اور یہ صفت صرف بہت بڑے نصیبے والوں کو ملتی ہے"۔

یہ کیفیت صبر مصیبت وصبر غضب کی ہے جو برابر ہے صبر مصیبت وصبر نعمت دونوں کے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ☆ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّي اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ☆ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴾[سورة هود: 9-11].

ترجمہ: ''اگر انسان کو ہم اپنے فضل سے رحمت عطاء کریں، پھر ہم واپس لے لیں، تو وہ یقیناً مایوس ہو جاتا ہے اور کفر کرتا ہے، اور اگر اسے نقصان دینے کے بعد ہم نعمتیں عطا کریں، تو وہ ضرور کہے گا کہ میری مصیبتیں دور ہوگئی ہیں فوراً وہ خوش ہو جاتا ہے اور اترانے لگتا ہے، سوائے صبر کرنے والوں کے اور نیک عمل کرنے والوں کے، ایسے ہی لوگوں کے لیے مغفرت اور بڑا نیک بدلہ ہے''۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ﴾ [م ٥٦]

[سورة الحديد، آیت:23].

ترجمہ: ''تاکہ تم اپنے نقصان پر افسوس نہ کرو، اور اپنی نعمتوں پر خوشی نہ کرو''۔

اس لیے کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ (شاعر رسول صلی اللہ علیہ وسلم) نے مہاجرین کا وصف یوں بیان کیا:

جب ان کی تلواریں غلبہ پالیں تو وہ خوش نہیں ہوتے
اور جب وہ مغلوب ہوجائیں تو جزع فزع نہیں کرتے (1)۔

اور شاعر رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے انصار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا وصف یوں بیان کیا ہے:

اگر وہ دشمن پر غلبہ حاصل کرلیں تو فخر نہیں کرتے
اور اگر وہ مغلوب ہوجائیں تو رنج وغم نہیں کرتے (2)

حدود اللہ سے تجاوز کی ممانعت

چونکہ غصے اور مصیبت میں ہر ان دو صورتوں میں شیطان لوگوں کو دعوت دیتا ہے، کہ وہ اپنے دلوں، آوازوں اور اپنے ہاتھوں سے حدود اللہ سے تجاوز کریں، لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عادت سے منع کیا، لیکن ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت جب لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آنسو بہاتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے اس کے متعلق پوچھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جواب دیا: ''میں دو احمقانہ اور فاجرانہ آوازوں سے منع کرتا ہوں: خوشی کے وقت [م ٥٧] لہو ولعب گانا بجانا اور مصیبت کی وقت آواز نکالنا، گال پیٹنا، گریبان پھاڑنا، اور جاہلیت کی دعا کرنا'' (3)۔

1- دیوان کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ۔

2- شرح دیوان حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ: 307۔

3- دیکھیے صحیح البخاری، کتاب الجنائز۔

تاہم مصیبت میں ان چیزوں سے ممانعت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو فرمان دلالت کرتا ہے، وہ یوں ہے:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُوْدَ، وَشَقَّ الْجُيُوْبَ ، وَدَعَا بِدَعْوَىٰ الْجَاهِلِيَّةِ))(1).

ترجمہ: ''جو گال پیٹے گریبان پھاڑے، اور نوحہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں''۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَنَا بَرِيٌ مِنَ الْحَالِقَةِ ، وَالصَّالِقَةِ ، وَالشَّاقَّةِ))(2).

ترجمہ: ''میں سر منڈانے والی گونج دار آواز نکالنے والی اور کپڑے پھاڑنے والی سے بری ہوں''۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

1-(یہ حدیث صحیح ہے) صحيح البخاري ، كتاب الجنائز، باب ليس منا من ضرب الخدود، حديث: 1294، وصحيح مسلم حديث: 103، وجامع الترمذي، حديث: 999، وسنن النسائي، حديث:1860، 1862، 1864،و سنن ابن ماجة، حديث: 1584، ومسند إمام أحمد: 386/1، 432، 442، 456، 465.

2-(یہ حدیث صحیح ہے) صحيح البخاري ، كتاب الجنائز، باب ما ينهىٰ من الحلق عند المصيبة، حديث: 1296.

((إِنَّ اللّٰهَ لاَ يُؤَاخِذُ عَلَى دَمْعِ العَيْنِ وَلاَ حُزْنَ الْقَلْبِ ، لَكِنْ يُعَذِّبُ بِهَذَا أَوْ يَرْحَمْ، وَأَشَارَ إِلَى لِسَانِهِ)).

وَقَالَ : ((مَنْ نِيحَ عَلَيْهِ ، فَإِنَّهُ يُعَذَّبُ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ)).

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسو اور دل کے غم پر مؤاخذہ نہیں کرے گا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اس کے ذریعہ سے اللہ عذاب دے گا یا رحم کرے گا(1)۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس پر بین کیا گیا اسکو بین کی وجہ سے عذاب دیا جائیگا''(2)۔

اور فرمایا:

((...إِنَّ النَّائِحَةَ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا ، فَإِنَّهَا تُلْبَسُ ، يَوْمَ الْقِيَامَةِ دِرْعًا من جرب ، وسِرْ بالاً من قَطِرَانٍ))(3).

1- (یہ حدیث صحیح ہے)صحيح البخاري ، كتاب الجنائز، باب البكاء عند المريض، حديث: 1304.

2- (یہ حدیث صحیح ہے) صحيح البخاري ، كتاب الجنائز، باب ما يكره من النياحة علي الميت، حديث: 1291، وصحيح مسلم، حديث: 933، وجامع الترمذي حديث:1000.

3- (یہ حدیث صحیح ہے) صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب التشديد فی النياحة، حديث:934،و سنن ابن ماجة، حديث: 1581،1582.

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی بیعت لیتے وقت ان پر شرط لگائی کہ وہ نوحہ نہ کریں اور آپ نے فرمایا: ''نوحہ کرنے والی مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو اسے قیامت کے دن گندھک کی قمیص اور تارکول کا پاجامہ پہنایا جائے گا''۔

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو احمقانہ فاجرانہ آوازوں سے منع کیا جن میں سے ایک کے ذریعے سے انسان خوشی کے حصول کے وقت حدود پھلانگ دیتا ہے اور فخر وغرور کا شکار ہو جاتا ہے۔

اور دوسری آواز کے ذریعے سے حزن وملال کے وقت جزع وفزع اور واویلا کرتا ہے، حتیٰ کہ گریہ وزاری اور بے جا شور شرابہ تک پہنچ جاتا ہے۔

اور جو آوازیں اللہ کے غضب کو ابھارتی ہیں، وہ فخریہ طور پر پڑھے جانے والے اشعار ہیں جو جہاد کے دوران میں پڑھے جاتے ہیں، اس طرح کی آوازیں ماضی میں آلات سے نہیں ہوتی تھیں، نیز خوشی کی جگہوں پر مشہوری کے لیے آوازیں بلند کرنا، تاہم ان آوازوں کی رخصت ہے جو سنت صحیحہ سے ثابت ہیں، مثلاً شادی اور خوشی کے دیگر مواقع پر عورتوں اور بچوں کے لیے دف بجانا۔

عموماً وہ اشعار جو بلند آواز سے پڑھے جاتے ہیں، چار اقسام کے ہوتے ہیں:

1- غزل گوئی۔

2- عصبیت اور غضب والے اشعار، آباؤ اجداد کی شجاعت اور دوسروں کی ہجو میں کہے گئے اشعار۔

3-مرثیہ گوئی۔

4-مدح سرائی اور خوشی وشادمانی کے مواقع پر پڑھے جانے والے اشعار۔

اور شعراء عموماً خواہشات اور طبیعت کو مدنظر رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ☆ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَالاَ يَفْعَلُوْنَ﴾[سورة الشعراء، آيت :225-226].

ترجمہ: ”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ شاعر ہر وادی میں سرگردانی کرتے ہیں اور وہ جو کچھ کہتے ہیں کرتے نہیں“۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق خبر دی ہے کہ شاعروں کی پیروی وہ لوگ کرتے ہیں جو اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔

غاوي: وہ ہے جو علم کے بغیر خواہشات کی پیروی کرتا ہے، اور اس کو غی بھی کہتے ہیں جس کا معنی ”گمراہی“ ہے اور یہ اصلاح یافتہ کے برعکس ہے۔

ضال: اس کو کہتے ہیں جو اپنی مصلحت کا علم نہیں رکھتا، اور یہ بھی اصلاح یافتہ کے برعکس ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالنَّجْمِ اِذَا هَوىٰ ☆ مَاضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوىٰ﴾

[سورة النجم ، آيت:1-2].

ترجمہ: ”قسم ہے ستارے کی جب غروب ہو جائے، آپ کا ساتھی نہ بھٹکا

اور نہ سرکش ہوا''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّشِيْدِيْنَ الْمَهدِيْنَ مِنْ بَعْدِي)). [م٥٩]

ترجمہ: ''تم میرے اور میرے بعد آنے والے ہدایت یافتہ خلفاء کے طریقے پر عمل کرنا'' (1)۔

اسی لیے جنس شجاعت اور سماحت کی تعریف کی جاتی ہے، کیونکہ جب یہ دونوں نہ ہوں تو مطلق طور پر مذموم ہوں گے، لیکن ان دونوں کا وجود مطلق طور پر انسانیت کے مقاصد کے حصول کا پتہ دیتا ہے، پھر بھی انجام بخیر صرف متقی انسانوں کے لیے مختص ہے، غیر متقین کے لیے دنیا میں فوائد حاصل ہو سکتے ہیں آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں، اور انجام بخیر اگر چہ آخرت میں ہو پھر بھی دنیا میں اس کا اثر ضرور ہوگا، اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ والسلام کا ذکر کرتے ہوئے ان کی نجات بذریعہ سفینہ کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

﴿قِيلَ يٰنُوحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰى أُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ وَأُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ☆ تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ

1-(یہ حدیث صحیح ہے) سنن ابن ماجة، المقدمة، حديث : 42، 44، وجامع الترمذي، حديث: 2676، و سنن أبي داود، حديث: 4607، وسنن الدارمي، حديث: 95، مسند إمام أحمد: 126/4، 127.

الْغَيْبِ نُوحِيهَآ اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا فَاصْبِرْ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ... ﴾[سورۃ ھود، آیت:48، 49].

ترجمہ: ''کہا گیا اے نوح! تو اور تیرے ساتھی ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ اتر جاؤ، اور وہ امتیں بھی جن کو ہم عنقریب فائدہ پہنچائیں گے، پھر ہماری جانب سے انہیں دردناک عذاب پہنچے گا...(اور آیت کے آخر میں فرمایا) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) صبر کریں۔ انجام کار متقین کے لیے ہے''۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾[سورۃ البقرۃ، آیت:194].

ترجمہ: ''جو کوئی تم پر زیادتی کرے، تم بھی اُس پر اتنی زیادتی کرلو جتنی اس نے تمہارے اوپر کی ہے، اور اللہ سے ڈرو، اور یقین کرو کہ بے شک اللہ متقین کے ساتھ ہے''۔

قابل تعریف شجاعت اور نخوت

جس چیز کی اللہ اور اس کا رسول مدح کریں وہ قابل مدح ہے، اور جس کی وہ مذمت کریں وہ قابل مذمت ہے، اللہ تعالیٰ کی حمد اچھی ہے، اور اس کی مذمت بری ہے، جبکہ شعراء اور خطباء کو یہ اختیار نہیں، اسی لیے بنو تمیم میں سے کسی شخص نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یوں کہا: ''إِنَّ حَمْدِي زَيْنٌ وَ ذَمِّي شَيْنٌ''۔

قال له:((ذاکَ اللّٰہُ)) (1).

ترجمہ: ''بے شک میری تعریف خوبصورت اور میری مذمت بد صورت ہے''

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برجستہ کہا: ''یہ حق تو صرف اللہ کا ہے''۔

اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں شجاعت اور سماحت کی تعریف کی ہے، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ''صحیح'' میں روایت ہے کہ:

[م ٦٠]

((قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : اَلرَّجُلُ یُقَاتِلُ شَجَاعَةً ، وَیُقَاتِلُ حَمِیَّةً ، وَ یُقَاتِلُ رِیَّاءً، فَأيُّ ذٰلِکَ فِيْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؟ فَقَالَ: مَنْ قَاتَلَ لِتَکُوْنَ کَلِمَةُ اللّٰہِ هِيَ الْعُلْیَا، فَهُوَ فِيْ سَبِیْلِ اللّٰہِ)) (2).

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا گیا ایک آدمی بہادر کہلوانے کے لیے لڑتا ہے اور دوسرا آدمی عصبیت کی بنا پر لڑتا ہے اور تیسرا آدمی دکھلاوے کے لیے

1-(اس حدیث کی سند ثقات رواۃ پر مشتمل ہے) مسند إمام أحمد: 488/3، 393/6.

2-(یہ حدیث صحیح متفق علیہ ہے)صحیح البخاري ، کتاب فرض الخمس، باب حدیث: 7458،وصحیح مسلم، حدیث: 1940، وسنن أبي داود، حدیث: 2517 و جامع الترمذي حدیث: 1646، وسنن النسائي، حدیث: 3136، وسنن ابن ماجة، حدیث: 2783، ومسند إمام أحمد: 392/4، 402، 405، 417 .

لڑتا ہے، ان میں سیکونسا آدمی اللہ کی راہ میں لڑتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو اس لئے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ سربلند ہو جائے''۔

اور رب العالمین کا ارشاد ہے:

﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهُ لِلّٰهِ﴾

[سورة الانفال، آیت:39].

ترجمہ: ''کفار سے تم لڑتے رہو حتیٰ کہ فتنہ باقی نہ رہے، اور سارے کا سارا اللہ کا دین ہو جائے''

کیونکہ یہی مقصد ہے جس کے لیے انسانوں کو پیدا کیا گیا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ﴾[سورة الذاریات، آیت:56].

ترجمہ: ''میں نے جن اور انسان کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے''۔

اللہ رب العالمین کے ہاں ہر وہ کام قابل مدح ہے جو مقصد تخلیق کو پورا کرنے کی غرض سے کیا جائے، اور ایسے کام کرنے والے فائدہ دیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے نفع پہنچاتے ہیں، انہیں اعمال صالحہ کہتے ہیں۔اسی لیے لوگوں کی چار اقسام ہیں:

❁ جو شجاعت وسماحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اعمال کرتا، ہے ایسے مؤمن ہی جنت کے مستحق ہیں۔

۞ جو غیر اللہ کے لیے شجاعت اور سماحت سے اعمال کرتا ہے، ایسا شخص دنیا میں تو شجاعت وسماحت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، لیکن آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

۞ جو شخص اعمال تو اللہ کے لیے کرتا ہے، لیکن وہ شجاعت اور سماحت سے خالی ہوتا ہے، ایسے شخص کا ایمان ناقص ہے اور ایمان کے نقصان کی مقدار کے مطابق اس میں منافقت پائی جاتی ہے۔

۞ جس شخص میں شجاعت وسماحت (1) نہیں ہوتی اور وہ اللہ کے لیے اعمال بھی نہیں کرتا، ایسا شخص دنیا وآخرت میں محروم رہتا ہے۔ [م ٦١]

وہ اخلاق جن کا مومن محتاج ہے

مؤمن درج ذیل اخلاق کا عموماً محتاج ہے، اور آزمائش اور فتنوں کے اوقات میں ان کا خصوصاً محتاج ہوتا ہے، کیونکہ مؤمن جب کسی فتنہ وآزمائش میں ڈالا جاتا ہے تو اسے اپنی اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے، بلکہ حسب استطاعت دوسروں کو نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنا، اور ان دونوں کاموں میں بہت ہی زیادہ مشکلات ہیں تاہم اللہ تعالیٰ جس کے لیے یہ مشکلات آسان کر دے۔

یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو ایمان اور عمل صالح کا حکم دیا اور یہ حکم بھی دیا کہ وہ لوگوں کو اس کی دعوت دیں اور ایمان اور عمل صالح کی بنیاد پر ان سے

1- سماحت کے معانی: سخاوت، بخشش، نرمی ہیں، دیکھیے (مصباح اللغات: 394 سمح).

جہاد کریں، لیکن یہ اسی طرح ممکن ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے:

﴿وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ☆ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْأَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُوْرِ﴾[سورۃ الحج ، آیت:40،41].

ترجمہ: ''جو کوئی اللہ کی مدد کرے گا اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد کرے گا، بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا اور غالب ہے، ان لوگوں کو اگر ہم زمین میں قوت عطاء کریں تو نماز قائم کرتے ہیں، اور زکوٰۃ دیتے ہیں، نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، اور معاملات کے انجام کا مالک اللہ ہی ہے''۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْأَشْهَادُ﴾[سورۃ غافر، آیت:51].

ترجمہ: ''بے شک ہم اپنے رسولوں اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کی ضرور مدد کریں گے دنیا اور آخرت میں، اور گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے اس دن بھی''۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾

[سورۃ المجادلۃ، آیت:21].

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب آئیں گے، بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا اور غالب ہے''۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾[سورة الصافات، آیت:173].

ترجمہ: ''بے شک ہمارے لشکر ضرور غالب ہوں گے''۔

فتنے کے خوف سے اچھائی کا حکم ترک کرنا

چونکہ اچھائی کے حکم اور برائی سے منع کرنے اور جہاد فی سبیل اللہ میں [م ٦٢] سخت محنت اور آزمائشیں ہوتی ہیں جن کی وجہ سے انسان کئی فتنوں کا شکار ہو جاتا ہے، اس وجہ سے لوگوں کا ایک گروہ ہمیشہ فتنے کو بہانہ بنا کر اچھائی کا حکم اور برائی سے منع اور جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑنے کی کوشش کرتا ہے، اور سبب میں یہ کہتا ہے کہ میں اس طرح فتنے سے امن وسلامتی میں رہوں گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿ومِنهم مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا﴾

[سورة التوبة، آیت:49].

ترجمہ: ''ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اجازت دیں (جہاد سے پیچھے رہ جانے کی) اور مجھے فتنے میں مبتلا نہ کریں، خبردار! یہ فتنے ہی میں پڑ گئے ہیں''۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت جد بن قیس کے قصہ میں نازل ہوئی، کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے غزوہ روم کی تیاری کا حکم دیا تو فرمایا ''کیا بنو اصفر کی عورتوں میں تجھے کوئی دلچسپی ہے؟ تو اس نے کہا اے

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں تو ایسا آدمی ہوں جو عورتوں کے بغیر ایک پل بھی نہیں گزار سکتا، اور مجھے بنو اصفر کی عورتوں میں فتنے کا اندیشہ ہے، آپ مجھے اجازت دیں اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالیں'' (1)۔

یہ جد بن قیس وہی ہے جو بیعہ رضوان کے وقت پیچھے رہ گیا اور سرخ اونٹ کے پیچھے چھپ گیا (2) حدیث میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سرخ اونٹ والے کے علاوہ سب کو معاف کر دیا گیا''۔

ترجمہ: ''ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اجازت دیں (جہاد سے پیچھے رہ جانے کی) اور مجھے فتنے میں مبتلا نہ کریں، خبردار! یہ فتنے ہی میں پڑ گئے ہیں''۔

1- تاريخ الطبري: 182/1، تفسير بن كثير: 376/2، وتيسير العلي القدير لاختصار تفسير ابن كثير: 343، تیسیر کے مصنف نے اس قصہ پر صح کا رمز لگایا ہے۔ سیرۃ ابن ہشام 159/4 میں یوں ہے: کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جد بن قیس جس کا تعلق قبیلہ بنی سلمہ سے تھا سے کہا اے جد کیا بنو اصفر کی جنگ کے لیے تیار ہو؟ اس نے کہا آپ مجھے اجازت دیں اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالیں، اللہ کی قسم! مجھے میرے قبیلے والے جانتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ اشد عورتوں کو کوئی نہیں پسند کرتا، اور مجھے ڈر ہے کہ جب میں بنی اصفر کی عورتوں کو دیکھوں گا تو صبر نہ کر سکوں گا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اعراض کیا اور اسے اجازت دے دی، تو یہ آیت جد بن قیس کے قصہ میں نازل ہوئی۔

2- دیکھیے سيرة ابن هشام: 316/4.

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلاَ تَفْتِنِّيْ اَلاَ فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ﴾ [سورة التوبة، آيت:49].

کہا جاتا ہے کہ اس نے جہاد میں نہ جانے کی اجازت اس لیے طلب کی تا کہ عورتیں میدان جہاد میں اس کے کارنامے سن کر اس پر فریفتہ نہ ہو جائیں۔[م ٦٣]

اور وہ آزمائش میں نہ پڑ جائے، لہٰذا خطرے سے بچنے کے لیے اس کے لیے گھر بیٹھے رہنا ضروری ہے، اگر چہ وہ اپنے آپ کو مشقت میں ڈالے گا، اور اپنے او پر جبر کرے گا، یا پھر جہاد میں جائے گا اور گناہ کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔

کیونکہ جس نے خوبصورت چیز دیکھی اور پسند کر لی، اگر شارع کی تحریم کی وجہ سے یا اپنے طبعی عجز کی وجہ سے اس پر قادر نہ ہو سکا تو وہ اپنے دل کو عذاب میں ڈالے گا، اور اگر اس نے شارع کی تحریم کے باوجود اس پر قدرت حاصل کر لی تو حرام کا ارتکاب کر کے گمراہ ہو جائے گا، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر شارع کی طرف سے حرام نہ ہو تب بھی عورتوں کی وجہ سے بہت بڑی آزمائش کا سامنا کرنا پڑتا ہے" و لا تفتني " کی ایک یہ بھی تفسیر ہو سکتی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا" خبردار! وہ آزمائش میں پڑ گئے" یعنی اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اس شخص کا جہاد واجب ترک کرنا اور اس سے پیچھے رہنا ایمان کے کمزوری اور دل کی مرض پر دلالت کرتا ہے، اور اس کمزوری اور مرض کو ترک جہاد نے مزین کر دیا ہے، یہ بذات خود بہت بڑا فتنہ ہے جس میں وہ پڑ چکا۔

تو جس چھوٹے فتنہ میں وہ ابھی تک پڑا نہیں، اس سے بچنے کا مطالبہ وہ کس طرح کرتا ہے، حالانکہ وہ بڑے فتنے میں گر چکا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾

[سورة الأنفال، آیت:39].

ترجمه : ”کفار سے تم لڑتے رہو حتیٰ کہ فتنہ باقی نہ رہے، اور سارے کا سارا اللہ کا دین ہو جائے“

تو جو کوئی قتال اس لیے چھوڑے گا کہ وہ فتنہ سے بچ سکے، دراصل وہ بذات خود بہت بڑے فتنہ میں مبتلا ہے، وہ اپنے دل کے شک اور مرض کی وجہ سے اللہ تعالی کے حکم کردہ جہاد کو چھوڑ رہا ہے۔

درج بالا تفسیر پر غور کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ ایک خطرناک مقام ہے، اور اس مسئلے میں لوگوں کی دو قسمیں ہیں:

- لوگوں کی ایک جماعت کا اچھائی حکم اور برائی سے منع اور قتال کرتے ہیں، بظاہر فتنہ کو ختم کرنے کے لیے قتل و غارت بھی کر لیتے ہیں حالانکہ ان کا یوں کرنا ایک بہت بڑے فتنے کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ امت کی باہمی لڑائیوں میں خوارج(1) نے کیا۔
- اور لوگوں کی ایک جماعت اس لیے اچھائی کا حکم اور برائی سے منع کے فریضے کو ترک کر دیتے ہیں، نیز جہاد کو بھی ترک کر دیتے ہیں جو خالصتاً دین کی سربلندی کے لیے لڑا جاتا ہے[م ٤٦] کہ کہیں ان کی وجہ سے امت فتنے میں نہ مبتلا ہو جائے،

1-اعتقادات فرق المسلمین والمشرکین: 41.

حالانکہ وہ یہ کہہ کر خود ایک عظیم فتنے میں مبتلا ہو چکے ہیں، ''سورت توبہ'' میں اسی فتنے کا ذکر کیا گیا ہے، اکثر متدین اور بظاہر متشرع لوگوں کا یہی حال ہوتا ہے، اپنے اوپر واجب امر ونہی اور جہاد کو ترک کر دیتے ہیں جن کے ہونے سے دین الٰہی کو غلبہ حاصل ہونا یقینی ہو، اس خوف اور اندیشہ کے پیش نظر کہ وہیں ایسی ہی شہوات میں پھنس جائیں، جبکہ حقیقت یہ ہوتی ہے کہ وہ جس فتنے سے بھاگے ہیں، وہ اس فتنے کے مقابلے میں بڑے فتنہ میں پڑ چکے ہیں، ان پر جو چیز واجب ہے، وہ یہ ہے کہ حکم ومنع اور ترک محرمات کا ترک کرنا ہے، اور واجب پر عمل کرنا اور حرام کو چھوڑنا دونوں فعل ایک دوسرے کے لازم وملزوم ہیں، کیونکہ عام آدمیوں کے نفس دونوں کام کرنے یا دونوں کام چھوڑنے سے ہی ان کی اطاعت کرتے ہیں، وگرنہ نفوس انسانوں کی اطاعت نہیں کرتے۔

مثلاً بیشتر لوگ چودھراہٹ ومال اور شہوت وبغاوت کو پسند کرتے ہیں، اگر وہ ایسی صورت میں اپنے اوپر لوازمات حکم منع اور جہاد وحکمرانی یا ان جیسے دیگر معاملات بجالائیں تو وہ کچھ حرام کاموں کا بھی ارتکاب کریں گے، اس صورت حال کے پیش نظر انہیں اپنی دو حالتوں میں سے غالب حالت پر غور کرنا چاہیے، اگر حرام کام چھوڑنے کے مقابلہ میں نیک کام بجالانے کا زیادہ اجر ہو، تو وہ حرام سے بچنے کے لیے اپنے نیک اعمال ترک نہیں کرے گا۔ کیونکہ اس بات کا خوف موجود ہے کہ وہ بڑے حرام کو چھوڑ کر چھوٹے فساد میں مبتلا ہو جائے گا، لیکن اگر حرام کام کو ترک کرنے کا اجر زیادہ ہو، تو حرام کام کے چھوڑنے میں ہرگز تاخیر جائز نہیں ہے، اگرچہ واجب کی ادائیگی

سے اسے اجر وثواب کی امید ہو۔

جب کسی انسان کی نیکیاں اور برائیاں جمع ہو جائیں تو ان میں توازن پیدا کرنے کا یہی حل ہے، تاہم اس موضوع کو مفصل تحریر کرنا طوالت کا باعث ہے۔

ہر انسان کے لیے حکم اور منع کرنا ضروری ہے

روئے زمین پر بسنے والے ہر شخص پر حکم اور منع کا فریضہ ادا کرنا ضروری ہے۔ [م٦٥]

لہٰذا ہر شخص کو حکم اور منع پر عمل کرنا چاہیے اگر کوئی اکیلا ہو تو اپنے آپ ہی کو نیکی کا حکم کرے اور برائی سے روکے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمایا:

﴿ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ ﴾[سورۃ یوسف ، آیت:53].

ترجمہ: ”نفس برائی کا حکم ضرور کرتا ہے“۔

حکم فعل اور اس کا ارادہ کرنا مقصود ہے، اور منع میں فعل اور اس کے ارادہ کو ترک کرنا مطلوب ہے۔

اجتماعیت کے بغیر انسان نہیں رہ سکتا

زندہ انسان بذات خود ارادہ کرتا ہے، اور عمل کرنے کو بھی اس کا جی چاہتا ہے، اسی طرح وہ دوسرے انسانوں کو عمل کرتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہے، بشرطیکہ یہ ممکن ہو۔ ہر زندہ انسان اپنے ارادے سے حرکت کرتا ہے، اور اولاد آدم ایک دوسرے کے ساتھ مل کر رہتے ہیں۔

جب دو سے زیادہ انسان آپس میں مل جائیں تو کسی کا امیر بننا ضروری ہوتا ہے تا کہ وہ حکم اور منع کرے، اس لیے نماز میں کم از کم جماعت دو آدمیوں کی ہوتی ہے، اور کہا جاتا ہے کہ دو یا دو سے زیادہ افراد جماعت کہلاتی ہے، چونکہ نماز میں ایک امام اور دوسرا مقتدی بن جاتا ہے تو انہیں جماعت کہنا مناسب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک بن حویرث اور ان کے ساتھی (رضی اللہ عنہما) کو فرمایا: ((إِذَا حَضَرَتْ الصَّلَاةُ فَأَذِّنَا وَأَقِيمَا، وَلِيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا))(1).

ترجمہ: ''کہ جب نماز کا وقت ہو جائے تو اذان کہو اور اقامت کہو اور تم دونوں میں سے بڑا تمہارا امام بن جائے'' اور وہ دونوں قراءت میں ایک جیسے تھے۔

تاہم دیگر معاملات میں تین آدمیوں پر مشتمل جماعت ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَحِلُّ لِثَلَاثَةٍ يَكُونُونَ فِي سَفَرٍ إِلَّا أَمَّرُوا عَلَيْهِمْ أَحَدَهُمْ))(2).

[م٦٦]

ترجمہ: ''تین مسافروں کے لیے بغیر امیر کے سفر کرنا جائز نہیں''۔

1-(یہ حدیث صحیح متفق علیہ ہے) صحيح البخاري، كتاب الاذان، باب اثنان فما فوقهما جماعة، حديث: 658، وصحيح مسلم حديث: 674، وسنن أبي داود حديث: 589، 842، وجامع الترمذي، حديث: 205، وسنن النسائي، حديث: 634، 635، 669، 781، 1085، وسنن ابن ماجة، حديث: 979، وسنن الدارمي، حديث: 1253، ومسند أحمد: 3/436، 5/53.

2-(یہ حدیث حسن صحیح ہے) سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب الرجل يسافر وحده، حديث: 2608) مذکورہ الفاظ سے مختلف ہے لیکن ہم معنی ہے۔

حکم اور منع انسان کے وجود سے لازم وملزوم ہے، حکم ومنع صرف فرامین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہو

چونکہ حکم اور منع انسان کے وجود سے لازم وملزوم ہے، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کردہ اچھائی کے مطابق نہیں کرتا، اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کردہ برائی کے مطابق منع نہیں کرتا، اور جو حکم کرتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اچھائی کردہ حکم کے مطابق، اور جو منع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے برائی کردہ کے مطابق، ضروری ہے کہ حکم اور منع کرے، بصورت دیگر دو حالتوں میں سے اس کی ایک حالت ضرور ہوگی، کہ یا تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور منع کے برعکس اوامر ونواہی کرے اور یا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر ونواہی میں کسی اور کے اوامر ونواہی بھی ملا دے، اور اسی کو اپنا دین بنا لے تو اس کا یہ دین ایجاد کردہ، باطل اور گمراہ کن ہوگا، جب ہر انسان اپنے ارادہ سے حرکت کرتا ہے، اوامر ونواہی کا ذمہ دار ہوتا ہے، تو جس کسی کی نیت اور عمل اللہ کی رضا کے لیے خالص نہ ہو، اس کا عمل فاسد ہوگا جیسا کہ رب العالمین کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ﴾[سورة الليل، آيت:4].

ترجمہ: ''بے شک تم مختلف اعمال کرتے ہو''۔

ایسے اعمال کفار کے مشابہ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ﴾

[سورۃ محمد، آیت: 1].

ترجمہ: ''جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے دین سے روکا، ان کے اعمال ضائع ہوگئے''۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَاءً حَتّٰى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰهُ حِسَابَهٗ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ [سورۃ النور، آیت: 39].

ترجمہ: ''اور جنہوں نے کفر کیا، ان کے اعمال چٹیل صحراء میں سراب کی طرح ہوں گے جن کو پیاسا پانی سمجھتا ہے، جب پیاسا وہاں پہنچتا ہے تو اسے کچھ نہیں ملتا اور اپنے پاس وہ اللہ کا پیغام پاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا پورا پورا حساب لیتا ہے، اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے''۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا﴾ [سورۃ الفرقان، آیت: 23].

ترجمہ: ''اور ہم ان کے اعمال کی طرف آئیں گے تو انہیں غبار کی مانند کر دیں گے''۔

وہ کون سے اولوالامر ہیں جو اچھائی کا حکم کریں

اللہ رب العالمین نے قرآن حکیم میں اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔[م ٦٧] جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوْا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلاً﴾

[سورة النساء، آیت:59].

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اولوالامر کی اطاعت کرو۔ اگر تم کسی چیز میں اختلاف کرو، تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹاؤ اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہت اچھی بات اور بہت اچھی تفسیر ہے''۔

اولوالامر کون ہیں؟ حکمران اور ان کے نمائندے، اور وہ لوگوں کو نیکی کا حکم اور برائی منع سے کرتے ہیں، یہ صفات حکمرانوں اور علماء میں مشترک ہیں۔

اس لیے اولوالامر دو قسم کے ہیں:

علماء اور حکام۔

جب یہ صحیح ہو جائیں تو سب لوگ صحیح ہو جاتے ہیں، اور جب یہ فساد زدہ

ہو جائیں تو سب لوگ مفسد بن جاتے ہیں۔

جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (جب کسی احمسیہ نے ان سے پوچھا) ''ہم اس نیک عمل پر کس طرح باقی رہ سکتے ہیں؟

انہوں نے جواباً کہا'' جب تمہارے ائمہ اس پر ثابت قدم رہیں۔

اور ائمہ میں بادشاہ، ومشائخ اور بادشاہوں کے ملازمین شامل ہیں، اور ہر وہ آدمی جس کی اطاعت کی جاتی ہو وہ اولوالامر میں داخل ہے۔

ان تمام لوگوں پر واجب ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے مطابق حکم کریں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کردہ اشیاء سے منع کریں، اور حکام کی اطاعت اللہ کی اطاعت میں کی جائے، اور اللہ رب العالمین کی نافرمانی میں ان کی اطاعت نہ کی جائے، جیسا کہ جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ رضی اللہ عنہ نے پہلے خطبے میں فرمایا'' اے لوگو! تمہارا طاقتور میرے نزدیک کمزور ہے، جب تک میں کمزور کا حق طاقتور سے واپس نہ لے لوں، جب تک میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کروں، تم بھی میری اطاعت کرو، اور جب میں اللہ کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں''(۱)۔

[م٦٨]

1- جمهرة العرب: 67/1

حصہ

ہر نیک عمل اللہ کے لیے ہونا چاہیے

ہر نیک عمل میں دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے:

- عمل کی نیت صرف اللہ کی رضا ہو۔
- عمل شریعت کے مطابق ہو۔

یہ دو شرطیں تمام اقوال، و افعال اچھی باتوں اور نیک اعمال، اور علمی معاملات، اور عملی عبادات میں ہونا ضروری ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ أَوَّلَ ثَلَاثَةٍ تُسْعَرُ بِهِمْ جَهَنَّمُ رَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَ عَلَّمَهُ وَقَرَأَ الْقُرْآنَ وَأَقْرَأَهُ لِيَقُوْلَ النَّاسُ: هُوْ عَالِمٌ وَ قَارِيْءٌ. وَ رَجُلٌ جَاهَدَ وَ قَاتَلَ لِيَقُوْلَ النَّاسُ: هُوْ شُجَاعٌ وَجَرِيْءٌ، وَ رَجُلٌ تَصَدَّقَ وَ أَعْطیٰ، لِيَقُوْلَ النَّاسُ: هُوَ جَوَّادٌ وَسَخِيٌّ))(1).

ترجمہ: ''سب سے پہلے جہنم کو جن تین اشخاص سے بھڑکایا جائے گا، وہ یہ ہوں گے:

1-(یہ حدیث صحیح ہے) صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب من قاتل للريا، حديث: 1905، وجامع الترمذي، حديث: 2382، وسنن النسائي، حديث: 3137، ومسند إمام أحمد: 322/2.

1- وہ آدمی جس نے علم سیکھا اور سکھلایا اور خود قرآن پڑھا اور لوگوں کو پڑھایا تا کہ لوگ اسے عالم قاری کہیں۔

2- جس آدمی نے جہاد اور قتال کیا تا کہ لوگ اسے بہادر اور دلیر مانیں۔

3- جس آدمی نے صدقہ کیا اور عطاء بخشش سے کام لیا تا کہ لوگ اسے سخی اور داتا کہیں''۔

یہ تینوں آدمی دکھلاوا اور شہرت چاہتے تھے، اور یہ تینوں آدمی ان تین آدمیوں کے مقابلے میں ہیں جن کا ذکر قرآن میں نبیوں کے بعد کیا گیا (صدیقین، شہداء، صالحین)۔

یقیناً جس کسی نے وہ علم سیکھا جو اللہ نے رسول کو دے کر بھیجا اور اللہ کی رضا کے لیے دوسروں کو سکھلایا وہ صدیق ہے۔

اور جس نے اس لیے قتال کیا تا کہ اللہ کا دین غالب ہو جائے، اور پھر وہ قتل ہو گیا تو وہ شہید ہے۔

اور جو کوئی صدقہ اس لئے کرے تا کہ اللہ اس کے ساتھ راضی ہو جائے وہ صالح ہے۔

اسی لیے اپنے مال میں ناجائز تصرف کرنے والا اپنی موت کے وقت مہلت کا سوال کرے گا۔ [م٦٩]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''جس کو مال عطا ہوا اور اس نے حج نہیں کیا، اور نہ زکوٰۃ دی، موت کے وقت اللہ تعالیٰ سے مہلت طلب کرے گا۔

اورانہوں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھا:

﴿وَ أَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَّأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ أَخَّرْتَنِيْٓ إِلٰٓى أَجَلٍ قَرِيْبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾[سورة المنافقون،آیت:10].

ترجمہ :''ہمارے عطا کردہ رزق میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں کسی کو موت آئے تو کہنے لگے کہ اے میرے رب! کاش تو مجھے تھوڑی سی مہلت دیتا تو میں تیری راہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا''۔

ان علمی کلامی احکام میں حکم دینے والے کے لیے ضروری ہے کہ جب اللہ رب العالمین نے یوم آخرت کے متعلق لوگوں کو کسی چیز کا حکم دیا ہو اور جو ہوگا تو صحیح ہے، اور جس کے بارے میں حکم یا منع کرتا ہے جیسا کہ رسول اللہ کی طرف سے لے کر آئے یہ ہے صحیح سنت اور شریعت کے مطابق کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی اتباع۔

جیسا کہ جو عبادات ہم کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی شرع کردہ ہوں اور کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے مطابق ہوں تو وہ حقیقتاً صحیح ہوں گی، اللہ تعالیٰ کے ارسال کردہ رسولوں کے مطابق، اور جو اس طرح نہ ہوں تو وہ باطل اور گمراہ کن بدعت اور جہالت میں ہوں گی، اگر چہ کہنے والا ان اعمال و افعال کو اور عقلی و نقلی علوم، عبادات، ریاضت، اذواق، اور اونچے مقامات سے تعبیر کرے۔

اور اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ جو حکم اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں دے، اور جس کام سے روکے اللہ کے منع کردہ کے مطابق روکے، اور اسی

چیز کی خبر دے جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے دی ہو، کیونکہ اس ہی کی خبر سچ ایمان اور ہدایت یافتہ ہے، جیسا کہ رسولوں نے خبر دی ہے، نیز عبادت خلوص نیت کی محتاج ہے لیکن جب عبادت خواہشات کی پیروی اور عصبیت کی حمایت میں کی جائے، اور لوگوں کو حکم بھی اسی غرض سے دیا جائے، اور اظہار علم وفضیلت مقصود ہو، یا دکھلاوے اور شہرت کے لیے سب پاپڑ بیلے جائیں تو یہ کام اس ریا کار کی مانند ہوں گے جو بہادر کہلوانے کے لیے لڑتا ہے، اور عصبیت یا دکھلاوے کے لیے لڑتا ہے۔

درج بالا بحث سے تجھے بخوبی علم ہو چکا ہوگا کہ علماء اور اہل مقالات اور اہل عبادات اور حال میں سے بیشتر ان غلطیوں کا ارتکاب کرتے ہیں کیونکہ ان کے اعمال کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے خلاف ہوتے ہیں۔[م ۷۰] یا کتاب وسنت سے ماخوذ اصول وفروع کے خلاف ہوتے ہیں ان کی بیشتر عبادات کا حکم اللہ تعالیٰ نے نہیں دیا، بلکہ ان سے منع کیا ہے یا اللہ تعالیٰ کی نواھی سے ماخوذ اصول وفروع کی مخالفت ہوتی ہے، اور بیشتر مقاتل ایسے ہوتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کردہ قتال کی مخالفت کرتے ہیں یا اللہ اور اس کے رسول کے احکامات میں سے ماخوذ اصول وفروع کی مخالفت کرتے ہیں۔

پھر تینوں قسمیں:

❁ حکم کردہ۔ ❁ منع کردہ۔ ❁ حکم اور منع کردہ پر مشتمل۔

کو کرنے والے شخص کی نیت کبھی صحیح ہوتی ہے اور کبھی وہ اپنے خواہش نفس کی پیروی کرتا ہے، اور بعض اوقات اس میں دونوں پائی جاتی ہیں۔

ان معاملات میں کل نو اقسام ہیں، پھر ان معاملات پر جو اموال حکمران خرچ کرتے ہیں جیسا کہ:

- الفی وغیرہ۔
- وقف شدہ اموال۔
- وصیت کردہ اموال۔
- نذر کردہ اموال۔
- مختلف قسم کے عطا شدہ اموال۔
- اموال صدقات وخیرات۔
- صلہ رحمی میں دیے جانے والے اموال۔

یہ تو سارے معاملات حق و باطل کو ملا کر اور اچھے اور برے کی تمیز کیے بغیر سرانجام پاتے ہیں۔

تاہم برائی کرنے والا کبھی غلطی پر ہوتا ہے، اور کبھی بھول جاتا ہے، لہٰذا اسے بخش دیا جاتا ہے، جیسے مجتہد خطاء کر بیٹھے تو اسے ایک اجر ملے گا، اور اس کی اجتہادی غلطی معاف کر دی جاتی ہے، بعض اوقات گناہ صغیرہ ہوتا ہے اور کبیرہ گناہوں سے اجتناب اس کا کفارہ بن جاتا ہے، بعض اوقات توبہ کے ذریعہ سے معافی مل جاتی ہے، یا نیکیوں کے ذریعے سے برائیاں مٹ جاتی ہیں یا دنیاوی مصائب برائیوں اور گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں وغیرہ۔

البتہ اللہ کا وہ دین جو کتاب اللہ عزوجل اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے

ذریعہ سے ہم تک پہنچا وہ وہی ہے جس کی وضاحت گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے کہ نیک عمل کے وقت ارادہ صرف اور صرف اللہ کی رضا مندی وخوشنودی ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ اسلام کے علاوہ کچھ قبول نہیں کرے گا

اللہ تعالیٰ اسلام کے علاوہ کسی سے کچھ قبول نہیں کریں گے اور یہی ہے عام اسلام۔[م ۱ ۷]

اللہ رب العالمین کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْأٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾[سورۃ آل عمران، آیت:85].

ترجمہ: ''جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے، اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور یہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے ہوگا''۔

اور فرمایا:﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ☆ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾[سورۃ آل عمران، آیت:18-19].

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ اور فرشتے اور اہل علم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور وہ عدل کو قائم رکھنے والا ہے، اس غالب اور حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے''۔

اسلام کے معانی

اسلام دو چیزوں کے مجموعے کا نام ہے:

- قبول اور پیروی، تکبر نہ ہو۔
- اخلاص۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ رَجُلاً سَلَمًا لِرَجُلٍ﴾[سورۃ الزمر، آیت:29].

ترجمہ: ''اور دوسرا وہ شخص جو صرف ایک ہی کا ہے''۔

اور وہ دو کا غلام نہ ہو، کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے خاص اور مختص ہو، جیسے ارشاد باری ہے:

﴿وَ مَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَةِ اِبْرَاهِيْمَ اِلاَّ مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ وَلَقَدْ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا وَ اِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِيْنَ ☆ اِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ ☆وَ وَصّٰى بِهَآ اِبْرَاهِيْمُ بَنِيْهِ وَ يَعْقُوْبُ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلاَ تَمُوْتُنَّ اِلاَّ وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾

[سورۃ البقرۃ، آیت:130-132].

ترجمہ: ''ابراہیمی ملت سے اعراض بے وقوف ہی کر سکتا ہے، ہم نے ابراہیم کو دنیا میں اپنے لیے چن لیا اور وہ آخرت میں صالحین سے ہوگا، جب اس سے اس کے رب نے فرمایا کہ فرماں بردار ہو جا، تو اس نے جواب دیا کہ میں جہانوں کے رب کے لیے مطیع ہوں اور فرماں بردار ہوتا ہوں، ابراہیم نے اپنے بیٹے اور یعقوب

کو وصیت کی کہ اے میرے بیٹو! تمہارے لیے اللہ نے دین کو پسند کرلیا ہے، تم اسلام کے علاوہ کسی حال میں مت مرنا"۔

اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ دِينًا قِيَمًا مِّلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ☆ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَ نُسُكِي وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ☆ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ بِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَ أَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾[سورة الأنعام: آيت: 161-63].

ترجمه: "کہہ دیں کہ مجھے میرے رب نے صراط مستقیم کی ہدایت دی ہے جو کہ سیدھا دین ہے، اور ابراہیم کا واضح راستہ ہے، اور وہ مشرک نہ تھے، فرمادیں کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی، میری موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے، اور اولین مسلمانوں میں سے میں ہوں"۔

اسلام کا لفظ حرف لام کے صلہ کے ساتھ لازم آتا ہے جیسے قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَ أَسْلِمُوا لَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ﴾[سورة الزمر، آيت: 54]. [م۷۲]

ترجمه: اور رجوع کرو تم اپنے رب کی طرف۔ اسی کے فرماں بردار ہو جاؤ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آجائے پھر تمہاری مدد نہ کی جائے"۔

اسی طرح ارشاد ربانی ہے:

﴿ قَالَتْ رَبِّ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَ أَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾[سورة النمل آیت:44].

ترجمہ : ''کہا اے میرے رب! میں نے ظلم کیا اپنے نفس پر اور میں مسلمان ہوگئی ہوں سلیمان کے ساتھ اللہ کے لیے جو رب ہے عالمین کا''۔

اور ارشاد ہے:

﴿ أَفَغَيْرَ دِيْنَ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَ كَرْهًا وَّ إِلَيْهِ يُرْجِعُوْنَ﴾[سورة آل عمران، آیت:83].

ترجمہ : ''کیا وہ اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور دین کو تلاش کرتے ہیں، اور اسی کی فرماں بردار ہے وہ مخلوق جو زمینوں میں اور جو آسمانوں میں ہے برضاء وقضاء اور اسی کی طرف لوٹنا ہے''۔

اسی طرح ارشاد ہے:

﴿ قُلْ أَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰى أَعْقَابِنَا بَعْدَ إِذْهَدٰانَا اللّٰهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْأَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا قُلْ إِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَأُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [سورة الانعام، آیت:71]

ترجمہ : ''کیا ہم اللہ کے علاوہ ایسی چیزوں کو پکاریں جو نہ نفع دے سکتی ہوں اور نہ نقصان، اور کیا ہم الٹے پاؤں پھر جائیں اس کے بعد کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کردی ہے، جس طرح کسی شخص کو شیطان نے جنگل میں اچک لیا ہو جس

سے وہ بھٹکتا پھرتا ہو، اور اس کے ساتھی بھی جنہیں وہ اپنے راستہ کی طرف بلاتا ہے۔ آپ فرمادیں کہ ہدایت تو اللہ ہی کی عطاء کردہ ہے، ہمیں تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ جو عالمین کا رب ہے اس کے ماننے والے بن جائیں"۔

جس وقت یہ متعدی ہوتا ہے، اس وقت لفظ احسان کے ساتھ مل کر آتا ہے جیسے ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا أَوْ نَصٰرٰى تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ☆ بَلٰى مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾

[سورۃ البقرۃ، آیت: 111-112]. [۷۳م]

ترجمہ: "وہ کہتے ہیں کہ جنت میں یہود و نصاری کے سوا اور کوئی جائے گا، یہ ان کے خیالات ہیں، فرمادیں کہ دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو، سنو جو شخص اسلام لایا اور اپنا رخ اللہ کی طرف کرلیا اس حال میں کہ وہ محسن بھی ہو بے شک اسے اس کا رب پورا بدلہ دے گا، اس پر نہ تو کوئی خوف ہوگا، اور نہ غم اور اداسی"۔

ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَمَنْ أَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَ اتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا﴾

[سورۃ النساء، آیت: 125].

ترجمہ: "باعتبار دین کے اس سے اچھا کون ہے؟ جو اپنے کو تابع کردے اور ہو بھی

نیک کار، ساتھ ہی یک سوئی والے ابراہیم کے دین کی پیروی کر رہا ہو اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا دوست منتخب فرمایا"۔

اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تردید فرمائی ہے کہ کوئی دین، دین اسلام سے بہتر ہو اور یہ فرمایا ہے جس شخص نے بھی اللہ کی اطاعت حالت احسان میں کی، اس کیلئے اللہ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے، اور اسے کسی قسم کا خوف ہوگا نہ خطرہ۔ [م ٤٧]

یہ جامع کلمات اور یہ عام عبارت اس بات کی واضح نشان دہی کرتی ہے کہ یہود و نصاریٰ کا یہ کہنا کہ جنت میں یہودیوں نصرانیوں کے علاوہ کوئی جنت میں نہیں جائے گا، محض ایک خیال فاسد اور غلط و من گھڑت عقیدہ ہے۔

اسلام الوجہ للہ کا معنیٰ

یہ دو صفات ہیں:

- اسلام اللہ کی رضا کے لیے۔
- احسان۔

یہ دونوں ایسی صفات ہیں جن کا ہونا ہر عمل میں ضروری ہے یعنی اللہ کی رضاء کے لیے کام کرنا، سنت و شریعت کے موافق عمل کرنا۔

یہ الفاظ الاسلام لوجہ اللہ ارادہ اور نیت دونوں کو شامل کرتے ہیں، جیسے کسی شاعر نے کہا:

استغفر اللہ ذنبا لست محصیہ   رب العباد إلیہ الوجہ والعمل

میں ان گناہ سے معافی چاہتا ہوں جن کو میں گن نہیں سکتا

لوگوں کا رب ہی مقصود ہے، اور عمل بھی اس کے لیے ہے

یہاں پر چار قسم کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں:

1- اسلام الوجه۔

2- إقامة الوجه۔

3- توجيه الوجه (1).

جیسے ارشاد ہے:

﴿ وَأَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ [سورة الأعراف، آيت: 29].

ترجمہ: ''اور یہ کہ تم سجدہ کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھا کرو''۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ [سورة الروم آيت: 30].

ترجمہ: ''پس آپ یک سو ہو کر اپنا منہ دین کی طرف متوجہ کر دیں، اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے''۔

اور جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے الفاظ قرآن کریم میں مذکور ہیں: ﴿إِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [سورة الأنعام، آيت: 79].

1- یہاں پر تین الفاظ کا ذکر کیا گیا ہے جب کہ شروع میں چار کا ذکر ہے، چار نمبر غالباً لفظ احسان ہے، اللہ اعلم (رانا خالد مدنی)۔

ترجمہ : ''میں اپنا رخ اس طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں''۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز میں استفتاح میں یہ دعا پڑھتے:

((وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ)) (1) .

ترجمہ : ''میں اپنا رخ اس طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا یکسو ہو کر، اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں''۔

بخاری اور مسلم میں براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سونے کے لیے بستر پر تشریف لاتے تو یہ دعاء پڑھتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ أَسْلَمْتُ نَفْسِيْ إِلَيْكَ وَوَجَّهْتَ وَجْهِيَ إِلَيْكَ))(2)

ترجمہ: ''اے میرے رب! میں نے اپنا نفس تیرے حوالے کیا اور میں اپنے چہرے کا رخ تیری طرف کیا''۔

1- صفة صلاة النبي: 72.

2- (یہ حدیث صحیح متفق علیہ ہے) صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب النوم على الشق الأيمن حديث: 6315، وصحيح مسلم،حديث: 2710 ، وسنن أبي داود، حديث: 5046 ، وجامع الترمذي، حديث: 3574،3394 وسنن ابن ماجة،حديث: 3876 ،وسنن الدارمي،حديث: 2683 ، ومسند إمام أحمد:285/4،290،292،296 ،299،300،302.

الوجہ میں المتوجِّه جیم کے زیر سے اور المتوجَّه جیم کے زبر سے شامل ہے۔

وجہ: ارادہ وقصد ہے۔

متوجہ: ارادہ کرنیوالے۔

متوجه إليه: جس کا ارادہ کیا گیا ہو۔

اور متوجہ: جو ارادہ کیا گیا ہو۔

سب شامل ہے جیسے کہا جاتا ہے أيُّ وجهٍ تريد؟ کہ کس طرف یا جہت کا ارادہ ہے؟

وجہ: چہرہ، وارادہ۔ دونوں آپس میں متلازم ہیں، ایک دوسرے سے، تو انسان جس طرف کا ارادہ وقصد کرے، اس طرف اس کا چہرہ ورخ بھی ہو جاتا ہے، پس وجہ توجہ کو مستلزم ہے۔ یہ ظاہر و باطنی ہر دو اعتبار سے ہے، ظاہر و باطن کے اعتبار سے توجہ کی چار قسم ہیں: باطنی توجہ اصل اور بنیاد ہے، اور ظاہری توجہ کمال اور علامت ہے، تو جہاں توجہ قلبی ہو، وہاں توجہ ظاہری ہو جاتی ہے۔

لہٰذا جب بندے کا ارادہ ونیت اور توجہ اللہ کی طرف ہوگی تو یہ بات اس قصد اور ارادہ صحیح ہونے کی ضامن ہوگی، اگر اس کے ساتھ صفت احسان بھی جمع ہو جائے تو اب وہ عمل صالح کرنے والی اور اپنے رب کے ساتھ شرک نہ کرنے والی صفات جمع کرے گا۔

جیسا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ''اے میرے رب! میرا سارا عمل صالح کردے، جو خصوصاً تیرے لیے ہو، اس عمل میں کسی کا حصہ نہ ہو''۔

عمل صالح کی تعریف

عمل صالح احسان کا دوسرا نام ہے، یعنی اچھے امور بجالانا، وہ اچھے امور جن کا حکم اللہ رب العالمین نے کیا ہے وہ شریعت ہے، اور وہ کتاب اللہ وسنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہے[م ۷۵] جو اپنے عمل کو خالص اللہ کی رضاء کے حصول کے لیے کرے اور وہ عمل قرآن وسنت کے موافق صفت احسان سے متصف ہوتو ایسا شخص ثواب کا مستحق اور عذاب سے محفوظ ہوگا۔

خالص اور صواب کیا ہے(1)

اسی لیے متقدمین ائمہ رحمتہ اللہ علیہم ان دونوں اصلوں کو ایک ساتھ ذکر کرتے تھے، جیسے فضیل بن عیاض کا قول اس قرآنی ارشاد میں:

﴿ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً ﴾[سورة الملک ، آیت:2].

ترجمہ: ''کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے''۔

کہ خالص اور صواب تر ہو۔

تو کسی نے پوچھا کہ اے ابوعلی! خالص اور صواب تر کیا ہے؟

تو انہوں نے فرمایا: ''اگر عمل درست ہومگر اس میں اخلاص نہ ہوتو وہ مردود

1- تمام ترعنوان محقق کے وضع کردہ ہیں۔ یہ عنوان رانا خالد مدنی کا وضع کردہ ہے۔

ہے، اسی طرح اخلاص ہو مگر درست عمل نہ ہو تو وہ قابل قبول نہیں، یہاں تک کہ اخلاص اور صواب دونوں ایک ساتھ ہوں"۔

اخلاص کیا ہے؟

ہر وہ عمل جو اللہ کی رضا کے لیے ہو۔

صواب کیا ہے؟

ہر وہ عمل جو سنت کے مطابق ہو۔

ابن شاہین اور لالکائی نے سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

"کوئی قول بغیر عمل کے اور قول وعمل بغیر نیت کے اور قول وعمل ونیت بغیر موافقت سنت کے قبول نہیں"۔

حسن بصری رحمہ اللہ سے بھی یہی منقول ہے مگر ان کے الفاظ میں "لا یقبل" کی جگہ "لا یصلح" ہے۔

اس میں موجئۃ (1) کی تردید ہوتی ہے، جن کے نزدیک محض قول ہی کافی ہے، جبکہ یہاں فرمایا گیا ہے کہ قول وعمل دونوں ہونا ضروری ہے، اسی لیے ایمان قول اور عمل ہے۔ یہ دونوں ضروری ہیں (اس کی وضاحت ہم نے کہیں اور کی ہے) لہٰذا محض تصدیق قلب اور محض زبانی اقرار اللہ اور شریعت کے ساتھ بغض اور شریعت سے

1- دیکھیے (اعتقادات فرق المسلمین والمشرکین:65)۔

نفرت کا اظہار ہے، جو بالاتفاق مومنین قابل قبول ایمان نہیں ہوسکتا، جب تک تصدیق کے ساتھ عمل صالح ملے ہوئے نہ ہوں۔

عمل کی بنیاد دل ہے جو محبت اور تعظیم ہے بخلاف نفرت"۔[م٧٦]

پھر کہا:

"قول وفعل نیت کے بغیر قابل قبول نہیں، یہ بات ظاہر ہے کہ قول وفعل میں جب تک اللہ کی رضاء کی نیت نہ ہوگی اللہ تعالی اسے قبول نہیں فرمائیں گے"۔

پھر کہا:

"قول وفعل اور نیت سنت کی موافقت کے بغیر مقبول نہیں ہوگی، کیونکہ سنت شریعت ہے، جس کا حکم اللہ رب العالمین اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے جو عمل بھی سنت وشریعت کے طریقہ سے ہٹ کر ہوگا، وہ بدعت کہلائے گا، جو کہ گمراہی ہے، اللہ رب العالمین کو ناپسند ہے، اور یہ اعمال صحیح نہیں، ایسے اعمال مشرکین اور اہل کتاب کی مشابہت رکھتے ہیں، تو کیسے قبول ہوسکتے ہیں"۔

سلف صالحین کے کلام میں سنت کا معنیٰ

سلف کے کلام میں لفظ سنت "اَلْسُنَّةُ في العبادات و السنة في الاعتقادات" سنت عبادات اور اعتقادات میں شامل ہے، اگرچہ بیشتر حضرات نے اس سے صرف سنت في الاعتقادات ہی مراد لیا ہے۔

جن میں:

ابن مسعود، ابی ابن کعب، ابی الدرداء رضی اللہ عنہم اجمعین حضرات شامل ہیں اور ان کا قول ہے:

"سنت میں میانہ روی سے کام لینا، بدعت میں اجتہاد سے بہتر ہے"۔

ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ [م۷۷]

الحمد لله وحده، وصلى الله على محمد وآله وصحبه وسلم تسليما

اللہ رب العالمین کے فضل وکرم سے اس کتابچہ کا ترجمہ یکم محرم 1423 ہجری کو مکمل ہوا۔

رانا خالد مدنی

مصادر ومراجع

1- القرآن الكريم.

2- ابن تيمية، تأليف محمد أبو زهرة، دار الفكر العربي.

3- اسلامی مذاهب، تأليف محمد أبو زهرة، ترجمه غلام أحمد حريرى، ملک سنز، فيصل آباد.

4- الأذكار، تأليف إمام أبي زكريا يحيى بن شرف النووي، تحقيق عبدالقادر الأرناؤوط، دار الملاح.

5-اعتقادات فرق المسلمين والمشركين، تأليف إمام فخر الدين الرازى، ترجمه، رانا خالدمدنى، إداره إشاعت اسلام، لاهور.

6- إمام ابن تيمية، ، تأليف محمد يوسف كوكن، مكتبه رحمانيه، لاهور.

7-الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، تأليف شيخ الإسلام أحمد بن عبدالحليم ابن تيمية، تحقيق ڈاكٹر صلاح الدين منجد، دار الكتاب الجديد، بيروت.

8- الإيمان، تأليف شيخ الإسلام أحمد بن عبدالحليم ابن تيمية، تخريج الشيخ محمد ناصر الدين الألباني، المكتب الإسلامي، بيروت.

9- البداية والنهاية، تأليف أبي الفداء عماد الدين إسماعيل بن عمر بن كثير الدمشقي، تحقيق ڈاكٹر أحمد أبو ملحم وغيره، دار الريان للتراث.

10- تاريخ الأمم والملوک، ، تأليف أبي جعفر محمد بن جرير الطبري، دار المعرفة،بيروت.

11- التحفة العراقية في الأعمال القلبية، تأليف شيخ الإسلام أحمدبن عبدالحليم ابن تيمية، مجموعة الرسائل المنيرية الجزء الرابع)، دار احياء

التراث العربي، بيروت.

12- تذكرة الحفاظ، ، تأليف الإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي، دار احياء التراث العربي، بيروت.

13- تفسير، تأليف أبي الفداء عماد الدين إسماعيل بن عمر بن كثير الدمشقي، دار المعرفة، بيروت.

14-تيسير العلي القدير لاختصار تفسير ابن كثير، تأليف محمد نسيب الرفاعي، مكتبة المعارف، الرياض.

15- الجامع، تأليف الإمام الحافظ أبي عيسى محمد بن عيسى الترمذي، تحقيق أحمد محمد شاكر، دار احياء التراث العربي، بيروت.

16-الجديد في شرح كتاب التوحيد، ، تأليف الشيخ محمد بن عبدالعزيز القرعاوي، مكتبة التوفيق، الرياض.

17-جمهرة الأمثال، تأليف أبي هلال العسكري، تحقيق محمد أبو الفضل، وغيره، القاهرة.

18-جمهرة العرب (بواسطة الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر)

19-حديث رسول صلى الله عليه وسلم اليکٹرونک تجزیه لیبارٹری، إداره إشاعت إسلام ،لاهور.

20-حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، تأليف حافظ أبي نعيم أحمد بن عبدالله الأصفهاني، تحقيق سعيد الدين خليل الأسكندراني، دار أحياء التراث العربي، بيروت.

-رجم شرعی سزا هے، تأليف ڈاکٹر رانامحمد إسحاق إداره إشاعت اسلام ،لاهور.

21- رفع الملام عن ائمة الأعلام، تأليف شيخ الإسلام أحمد بن عبدالحليم ابن تيمية، الجامعة الإسلامية المدينة المنورة ،ایڈیشن.

22- السلسلة الأحاديث الصحيحة، تأليف الشيخ محمد ناصر الدين الألبانی، المكتب الإسلامی، بيروت.

23-السنن، تأليف الحافظ أبي عبدالله محمد بن يزيد القزويني(ابن ماجة) تحقيق محمد فواد عبدالباقي، المكتبة العلمية، بيروت.

24- السنن، تأليف الإمام الحافظ أبي داود سليمان بن الأشعث السجستاني، تعليق، عزت عبيد الدعاس، وعادل السيد، دار الحديث، بيروت

25- السنن، تأليف الإمام الحافظ عبدالله بن عبدالرحمن الدارمي، تحقيق، فواز زمرلي، و خالد السبع، قديمي كتب خانه، كراچى

26-السنن، تأليف الإمام الحافظ أبي عبدالرحمن أحمد بن شعيب النسائي، پهلا ایڈیشن، بيروت.

27- السياسة الشرعية فی اصلاح الراعي والرعية، تأليف شيخ الإسلام أحمد بن عبدالحليم ابن تيمية، دار الكاتب العربي.

28- السيرة النبوية، تأليف عبدالملك بن هشام الحميري، مؤسسة علوم القرآن.

29- شرح ديوان حسان بن ثابت الأنصاري، تأليف عبدالرحمن البرقوقي، دار الأندلس، بيروت.

30- الصحيح ، تأليف الإمام الحافظ محمد بن إسماعيل البخاري، تحقيق محمد فؤاد عبدالباقي، دار المعرفة، بيروت.

31-الصحيح الجامع ، تأليف الشيخ محمد ناصر الدين الألباني، المكتب

الإسلامی، بیروت.

32-صحیح الجامع الصغیر، تألیف الشیخ محمد ناصر الدین الألبانی، المکتب الإسلامی، بیروت.

33- صحیح ، تألیف الإمام الحافظ أبي الحسین مسلم بن الحجاج النیسابوري، تحقیق، محمد فواد عبدالباقي، دار احیا التراث العربي بیروت.

34-صحیح سنن ابن ماجة، تألیف الشیخ محمد ناصر الدین الألباني، المکتب الإسلامی، بیروت.

35-صحیح سنن ابی داود ، تألیف الشیخ محمد ناصر الدین الألباني، المکتب الإسلامی، بیروت.

36-صحیح سنن النسائی، تألیف الشیخ محمد ناصر الدین الألباني، المکتب الإسلامی، بیروت.

37- صفة صلاة النبي، . تالیف الشیخ محمد ناصر الدین الألباني، المکتب الإسلامی، بیروت

38-ضعیف سنن ابن ماجة،الشیخ محمد ناصر الدین الألباني، المکتب الإسلامی، بیروت.

39-ضعیف سنن أبي داود، تألیف الشیخ محمد ناصر الدین الألباني، المکتب الإسلامی، بیروت.

40-ضعیف سنن الترمذي، تألیف الشیخ محمد ناصر الدین الألباني، المکتب الإسلامی، بیروت.

41-طبقات الحفاظ، تألیف الأمام الحافظ جلال الدین عبدالرحمن بن أبی بکر السیوطي، دار الکتب العلمیة، بیروت.

42- العبودية، تأليف شيخ الإسلام أحمد بن عبدالحليم ابن تيمية، دار المدني، جدة.

43-العقود الدرية، ، تأليف يوسف بن حسن بن عبدالهادي، انصار السنة المحمدية، مصر.

44- العقيدة الواسطية، تأليفشيخ الإسلام أحمد بن عبدالحليم ابن تيمية، الجامعة الإسلامية، المدينة المنورة.

45- الفتوى الحموية الكبرى، تأليف شيخ الإسلام أحمد بن عبدالحليم ابن تيمية، المكتبة السلفية، القاهرة.

46- فرق معاصرة تنسب إلى الإسلام وبيان موقف الإسلام منها، تأليف غالب بن علي عواجي، مكتبة لينة، مصر.

47- فصل المقال، تأليف أبي عبيدالبكري، تحقيق ڈاکٹر إحسان عباس، وغيره، بيروت.

48- القاموس الفقهي لغة واصطلاحا، تأليف سعدى أبو جيب، دار الفكر، دمشق.

49-كتاب الأمثال، تأليف الإمام الحافظ أبي عبيد القاسم بن سلام، تحقيق ڈاکٹر عبدالحميد قطامش، دار المأمون للتراث، دمشق، وبيروت.

50-كتاب التعريفات، تأليف الشريف علي بن محمد الجرجاني، دار الكتب العلمية، بيروت.

51-كتاب التوحيد وإخلاص العمل ولوجه لله عزوجل، تأليف شيخ الإسلام أحمد بن عبدالحليم ابن تيمية، تحقيق محمد السيد الجليند، طبع الثانية القاهرة.

52-كمپيو ٹرائز جامع الترمذي (ALALAMIAH ELECTRONIC(VER 1.00

53-کمپیوٹرائزسنن ابن ماجة ALALAMIAH ELECTRONIC(VER 1.00)

54-کمپیوٹرائزسنن أبي داود ALALAMIAH ELECTRONIC(VER 1.00)

55-کمپیوٹرائزسنن الدرامي ALALAMIAH ELECTRONIC(VER 1.00)

56-کمپیوٹرائز سنن النسائي ALALAMIAH ELECTRONIC(VER 1.00)

57-کمپیوٹرائزصحیح البخاري ALALAMIAH ELECTRONIC(VER 2.00)

58-کمپیوٹرائزصحیح مسلم ALALAMIAH ELECTRONIC(VER 1.00)

59-کمپیوٹرائز قرآن کریم اردو، خالدمدنی،إداره إشاعت إسلام لاهور.

60-کمپیوٹرائزمسند أحمد ALALAMIAH ELECTRONIC(VER 1.00)

61-کمپیوٹرائزموطا امام مالک ALALAMIAH ELECTRONIC(VER 1.00)

62-مجمع الأمثال، ، تأليف الميداني، تحقيق محمد محي الدين عبدالحميد، القاهرة.

63-مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، تأليف الحافظ نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي، دار الكتاب العربي، بيروت.

64-مجموع فتاوى شيخ الاسلام، جمع وترتيب عبدالرحمن بن القاسم العاصمي، ملک فهد ایڈیشن.

65-المستدرک على الصحيحين، تأليف الإمام الحاكم أبي عبدالله محمد بن عبدالله النيسابوري، دار المعرفة، بيروت.

66-مسند، ، تأليف الإمام أحمد بن حنبل، المكتب الإسلامي، بيروت.

67-مسند البزار، (بواسطة مجمع الزوائد).

68-مسند الشهاب، تأليف القاضي أبی عبدالله محمد بن سلامة القضاعي، تحقيق حمدي عبدالمجيد السلفي، مؤسسة الرسالة،بيروت.

69-مشكاة المصابيح، تاليف محمد بن عبدالله الخطيب التبريزى، تحقيق الشيخ محمد ناصر الدين الألبانی. المكتب الإسلامی، بيروت.

70- مصباح اللغات، تاليف مولاناعبدالحفيظ بلياوى،سعيد HM كمپنی كراچی.

71- معجم الطبراني الأوسط(بواسطةمجمع الزوائد)

72- معجم لغة الفقهاء، تأليف محمد رواس قلعه جي وغيره، دار النفائس، بيروت.

73- المعرفة والتاريخ، تأليف أبي يوسف يعقوب بن سفيان الفسوي، تحقيق ڈاكٹر أكرم ضياء العُمري، مؤسسة الرسالة، بيروت.

74- مقدمه الإمام ابن تيمية وموقفه من قضية التاويل، تأليف محمد السيد الجليند، الهئية العامة لشؤن المطابع الأميريه، مصر.

75- مقدمة فی أصول التفسير، تأليف شيخ الإسلام أحمد بن عبدالحليم ابن تيمية، تحقيق عدنان زرزور، دارالقرآن، الكويت.

76- مقدمة كتاب التوحيد وإخلاص العمل ولوجه لله عزوجل ، تأليف محمد السيد الجليند، طبع الثانية القاهرة.

77- مقدمة مقدمة فی أصول التفسير، تأليف عدنان زرزور، دار القرآن ، الكويت.

78- مولانا مولائی سیدی حضور اور مرحوم کے القابات کا استعمال، تأليف ڈاکٹر رانا محمد إسحاق، اداره اشاعت اسلام لاهور.

79- موطا، تألیف إمام مالک بن أنس، تحقیق محمد فؤاد عبدالباقي، دار احیاالتراث العربي، بیروت.
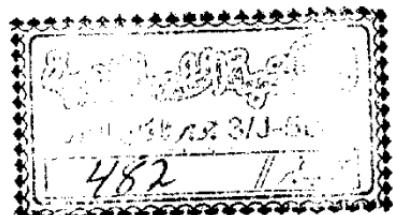
ادارہ اشاعتِ اسلام
کے دعوتی نکات

- کتاب وسنت کی نشر واشاعت سلف صالحین کی طرز پر کرنا
- مسلمانوں کو شرک وبدعت اور جھوٹی حدیثوں کی برائیوں سے آگاہ کرنا
- بنیادی عربی کتب کے اردو، انگریزی تراجم کر کے پھیلانا
- حدیثِ رسول ﷺ اور اس کے متعلقہ علوم کی اشاعت کرنا تاکہ اردو، انگریزی جاننے والے حدیث کے مقام اور اس کے علوم سے آگاہ رہیں
- پاکستان میں اسلامی قوانین کے اجراء ونفاذ کی جدوجہد کرنا

ادارہ اشاعتِ اسلام

408 گلشن بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور۔ 54570

EDARA ESHAIT-E-ISLAM

408 GULSHAN BLOCK ALLAMA IQBAL TOWN
LAHORE-54570(PAKISTAN)Ph:(042)7833300